



انسان و انسانی

نشر

مکتبہ انوارِ حدیث محل کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وَارْجِعُوا مَعَ السَّاعِیْنَ  
اللہ پاک کا حکم ہے کہ رکوع میں مل جاؤ

# رکوع کی رکعت

امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونے پر رکوع کے  
صحیح ہو جانے کا مدلل ثبوت  
ناشر

مکتبہ ایوبیہ ناشر اسلام آباد

حدیث محل۔ اے۔ ایم۔ کراچی۔ پاکستان

ہدیہ ۴/۵۰

۱۴۰۲۳۱۵



# رکوع کی رکعت کا صحیح فیصلہ

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، شارحین اور محققین کے فرامین کی روشنی میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ	حضرت امام شافعیؒ	مولانا عبدالسار محدث دہلویؒ
حضرت ابوبکرؓ	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	مولانا محمد اسحق کوٹلیپوریؒ
حضرت زید بن وہبؒ	حضرت امام احمدؒ	مولانا عبدالقادر حصارؒ
حضرت ابن سعورؒ	امام اسحق بن راہویہؒ	مولانا عبداللہ نونؒ
حضرت ابو امامہؓ	حضرت امام اوزاعیؒ	مولانا عبداللہ فیصل آبادیؒ
حضرت ابن عمرؓ	حضرت امام ابو ثورؒ	مولانا محمد یونس دہلویؒ
حضرت ابو ہریرہؓ	حضرت امام ابو داؤدؒ	مولانا قاری کرم الجلیلیؒ
حضرت زید بن ثابتؓ	حضرت امام نسائیؒ	مولانا محمد داؤد رازؒ
حضرت امام مالکؓ	حضرت امام سیوطیؒ	شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ
حضرت امام شوکانیؒ	مولانا محی الدین نو مسلمؒ	شیخ جابر اللہ الحارثیؒ
علامہ محمد بن اسماعیلؒ	علامہ نواب صدیق حسنؒ	حافظ محمد ادریس سلفیؒ
امام ابن خزمیہؒ	مولانا عبدالغفور غزنویؒ	حافظ محمد الیاس سلفیؒ
علامہ حسین یامانی انصاریؒ	مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ	وغیرہ
علامہ ابن حجر عسقلانیؒ	مولانا محمد جو نالہؒ	وغیرہ
حضرت امام بیہقیؒ	مولانا عبدالجلیل سامورؒ	

ایک رسالہ موسومہ "صلوٰۃ الرسول" شائع ہوا ہے جس میں رکوع کی رکعت کے انکار میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا ہے اور جو علمائے سلف و خلف رکوع سے رکعت کے ہو جانے کے قائل و عامل ہیں انکی تردید کی ہے لہذا برائے احقاق حق بنظر خیر خواہی جملہ اہل اسلام چند سطور در اثبات رکعت رکوع بذریعہ رسالہ ہذا ہدیہ ناظرین ہیں۔ و باللہ التوفیق و سیدہ ازمہ المحقق آپ اصحاب اس امر سے گونجونی واقف ہیں کہ سورہ فاتحہ ہر ایک مقتدی و منفرد امام پر واجب ہے اور بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی چنانچہ اس امر کے دلائل بھی بکثرت کتب حدیث میں موجود ہیں۔ حدیث لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ بھی سورہ فاتحہ کی فرضیت ظاہر ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ۔ لیکن اب یہ مسئلہ ہے کہ جس وقت امام قیام سے فراغت پا کر رکوع میں چلا گیا ہو اور مقتدی حالت رکوع میں امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو تو اُس وقت رکعت شمار کی جائے گی یا نہیں۔ ایک فریق نے قیام و فاتحہ میں اتنا غلو کیا ہے کہ وہ ہر حالت میں ان کی فرضیت کے قائل ہوتے ہوئے رکوع کو ہرگز شمار نہیں کرتے بلکہ جو احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں اُن کو ضعیف اور کمزور کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ لیکن



میں اس امر کا قائل نہیں۔ اور میرا ایمان تو یہ تقاضا نہیں کرتا کہ میں نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو متضاد قرار دیکر پھرے سے ایک مسئلہ کو  
بحوث ہی دوں۔ چنانچہ جو احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے  
میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكِعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللَّهُ جِرْصًا وَلَا تُعَذِّرُوا أَلْبَخَارِيَّ۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک دن دوڑ کر رکوع کرتے ہوئے صف میں  
جاملے۔ بعد سلام آپ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے۔ اور  
مت لوٹا تو (یعنی نماز کو)

اول یہ امر قابل غور ہے کہ اگر صحابہ کرام مدرک رکوع کو مدرک رکعت  
نہ جانتے تو پھر دوڑنے کی کیا ضرورت تھی جس سے صریحاً معلوم ہو رہا ہے  
کہ وہ رکعت کے صحیح ہونے کے قائل تھے۔ چنانچہ اس بات پر یہ امر  
اور بھی کافی دلیل ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بعد سلام اسی رکعت کے  
اعادہ کو نہیں پھڑپھڑے ہوئے۔

مؤلف کتاب ہذا کا صفحہ ۴۳ میں یہ لکھنا کہ (ابو بکرؓ نے) رکوع  
کے پانے کی فضیلت اور ثواب کے شوق میں ایسا کیا الخ بالکل غلط بل کہ  
اغلط ہے کیونکہ صحابی مذکور کا خود اپنا بیان ہے کہ میں رکوع میں رکعت کے  
فوت ہو جانے کے خوف سے دوڑ کر ملا جس سے صاف عیاں ہے کہ  
صحابہ کرام رکوع کی رکعت کے قائل و عامل تھے۔

اب فرمائیے کہ اس رسالہ کے مؤلف کا اعتبار کیا جائے یا صحابی

مذکور کا صرف ہم نہیں بلکہ جس کے اندر بھی انصاف ہوگا وہ تو یہی کہے گا کہ  
 قول صحابی کے خلاف کسی کی توجیہ بیان کرنا غلط اور بے انصافی ہے  
 اور اگر صرف تفصیلت رکوع ہی حاصل کرنے کے لئے صحابی مذکور نے  
 اتنی کوشش کی تھی تو پھر حالت جلسہ یا قومہ یا سجدہ میں کبھی کسی صحابی کا  
 اس طرح کوشش سے داخل ہونا ثابت کیوں نہیں کہ جس طرح حالت  
 رکوع میں دوڑ کر داخل ہونا ثابت ہے۔ کیا سجدہ میں شامل ہونا ثواب  
 نہیں؟ بعد ازاں آپ کا فرمان **وَلَا تُعِدُّ بِضَمِّ النَّاءِ** اس امر کو خوب  
 اچھی طرح واضح کر رہا ہے کہ آپ نے البوکیرہ رضی اللہ عنہ کو رکعت کے اعادہ  
 کا امر نہیں فرمایا چنانچہ علامہ حافظ محمد بن اسماعیل شارح بلوغ المرء فرماتے  
 ہیں **وَلَا تُعِدُّ بِضَمِّ الْمُتَنَاءِ الْقَوَّيَّةِ مِنَ الْإِعَادَةِ أَيْ زَادَ اللَّهُ حُرْمَةً**  
**عَلَى طَلَبِ الْخَيْرِ وَلَا تُعِدُّ صَلَوَتَكَ فَإِنَّهَا صَحِيحَةٌ** یعنی لَا تُعِدُّ اعادہ  
 سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔

آگے آپ فرماتے ہیں کہ قریب بات یہ ہے کہ **لَا تُعِدُّ بِفَتْحِ النَّاءِ**  
 خود سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دوڑ کر مت آؤ۔ پھر فرماتے ہیں  
**فَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْكَلَامِ مَا يُشْعُرُ بِفَسَادِ صَلَوَتِهِ** یعنی اس حدیث سے  
 یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ اس کی رکعت نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ کے  
 فرمان **زَادَ اللَّهُ حُرْمًا وَلَا تُعِدُّ** سے یہ بات صاف معلوم ہو رہی ہے  
 کہ اس کی رکعت ہو گئی تھی بیل السلام ۱۵۱۔

علامہ موصوف کی اس تقریر سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ  
 بدرک رکوع بدرک رکعت ہے چنانچہ آپ کا مذہب بھی یہی ہے بلکہ  
 اس مسئلہ کے متعلق آپ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس



بات کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

(دوسری حدیث) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جُمِعْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سَجُودٌ فَاسْجُدُوا وَلَا تَعْدُوا شَيْئًا وَمَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِقُطْنِيُّ وَالتَّبِیْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ دَاوُدُ بْنُ خُرَيْمَةَ فِي تَصْحِيحِهِ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت سجدہ کی حالت میں آکر ملو تو اس وقت اس رکعت کو نہ شمار کرو۔ اور جو کوئی رکوع میں آکر طے اُس نے نماز پائی۔

لفظ رکعت اکثر رکوع پر بولا جاتا ہے کَمَا لَا يَخْفَى عَلَى الْمَاهِرِينَ بِالْكِتَابِ وَالشُّعْرَةِ۔ اگرچہ اس حدیث کو بوجہ راویوں کے ضعیف کہا گیا ہے لیکن امام ابو داؤد علیہ الرحمۃ کا ان ہی راویوں سے اس حدیث کو اپنی کتاب میں لانا اور پھر اس پر آپ کا سکوت اس امر کی کافی دلیل ہے کہ یہ حدیث قابلِ حجت ہے اور متروک العمل نہیں۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے سکوت کے بعد غیروں کا جرح کرنا بقول مدعی شست گواہ چست بالکل فضول اور بیکار ہے۔

ہاں مؤلف نے اپنے رسالہ میں جا بجا عون المعبود کا حوالہ بہت دیا ہے مگر افسوس پوری عبارت نہیں نقل کی جس کا اُن کو بھی خود اقرار ہے۔ مالا نیکہ اسی کتاب عون المعبود میں علامہ شارح ابو داؤد فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف میں سے جمہور کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ رکوع کا پانے والا رکعت کا پانہ والا ہے

علیٰ ابن مسعودؓ و زیدؓ و ابن عمرؓ و معاذؓ و ابو امامہؓ سہل بن حنیفؓ و ابو بکر صدیقؓ  
 یہ سب صحابہ رکوع کی رکعت کو صحیح مانتے تھے۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ و  
 امام ابو حنیفہؒ و ثوریؒ و اوزاعیؒ و ابو ثورؒ و امام احمدؒ و اسحاقؒ رکوع کی رکعت  
 ہو جانے کے قائل ہیں باوجودیکہ مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مقتدی  
 و منفرد و امام سب پر سورۃ فاتحہ یکساں فرض ہے۔

(تیسری حدیث) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص میں فرماتے ہیں  
 کہ میں نے صحیح ابن خزمیہ کا مطالعہ کیا اس میں اس حدیث کو بھی پایا  
 جس کو امام ابن خزمیہؒ نے اس باب کے تحت میں درج کیا ہے۔  
 بَابُ ذِكْرِ الْوَقْتِ الَّذِي يَكُونُ فِيهِ الْهَامُ مَوْلِدُ رَكَاةٍ لِّلرَّكْعَةِ  
 إِذَا رَكَعَ إِمَامٌ قَبْلَ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مَعَ الْإِمَامِ قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ  
 صَلَاتَهُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا جو کوئی امام کے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں آئے  
 اُس کی رکعت ہوگئی۔

امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کے بہت سے طرق ذکر کیے  
 صحیح کہا ہے۔ حضرت امام شوکانیؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں  
 کہ جان لو کہ جس وقت کوئی آدمی آوے اور وہ امام کو جس حالت  
 میں پائے اُسی حالت میں امام کے ساتھ مل جاوے کیونکہ آپسے فرمایا  
 ہے اِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِيَهُ بِهَا پس اگر کوئی آدمی امام کو رکوع کی  
 لئے یعنی باب ہے کہ امام رکوع میں ہو تو اس وقت مقتدی کے ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے ۱۲۔



حالت میں پائے اور وہ سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کر دے تو وہ اس حدیث کا خلاف کر رہا ہے کیونکہ اس میں تو امام کی متابعت لازمی قرار دی گئی ہے پس اگر کوئی آدمی رکوع میں آکر ملے تو اس کی رکعت ہو جاوے گی کیونکہ یہ بات حدیث سے ثابت ہو چکی ہے کہ جو کوئی رکوع میں امام کے سر اٹھانے سے پہلے آئے گا اس کی رکعت ہو جاوے گی۔

پھر فرماتے ہیں فَعَرَفْتُمْ بِهَذَا أَنَّ مَثَلِ هَذِهِ الْحَالَةِ مُخَصَّصَةٌ مِّنْ عَدْرِ ابْتِجَابِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ يَعْنِي وَجوب قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ كَعُمُومٍ سَيِّئَةٍ بِبَابِ مُخَصَّصٍ هِيَ كَأَنَّ رُكُوعَ مِلَّةٍ كَأَنَّ سُورَةَ فَاتِحَةِ كِي فَرَضِيَّتِ أَكْثَرُ جَاوَزَتْ - پھر فرماتے ہیں وَإِنَّ التَّهْمَةَ إِذَا رَأَى الْكَامِلَ اس سے مراد ادراک کامل ہے یعنی اس نے پوری رکعت پائی ہے اس میں کچھ کمی نہیں ہے۔

آگے پھر وضاحت کرتے ہیں فَإِنْ ظَاهِرُهُ بَلْ صَرِيحُهُ أَنَّ الْمُؤْتَمِّرَ إِذَا وَصَلَ وَالْإِمَامُ رَأَى كَعَبْرَةٍ وَكَعْبَرَةٍ قُلَّ أَنْ يَقُولَ الْإِمَامُ مُصَلِّبُهُ فَقَدْ صَارَ مَذْهَبًا لِعَلَّكَ السَّكَنَةُ فَإِنْ كُنْتَ تَهْزَأُ حَرْفًا مِّنْ حُرُوفِ الْفَاتِحَةِ يَعْنِي حَدِيثِ مَذْكَورِهِ سَيِّئَةٍ ظَاهِرٌ بَيِّنٌ هُوَ كَأَنَّ رُكُوعَ مِلَّةٍ وَالْإِمَامُ رَأَى كَعْبَرَةً وَكَعْبَرَةٍ قُلَّ أَنْ يَقُولَ الْإِمَامُ مُصَلِّبُهُ فَقَدْ صَارَ مَذْهَبًا لِعَلَّكَ السَّكَنَةُ فَإِنْ كُنْتَ تَهْزَأُ حَرْفًا مِّنْ حُرُوفِ الْفَاتِحَةِ يَعْنِي حَدِيثِ مَذْكَورِهِ سَيِّئَةٍ ظَاهِرٌ بَيِّنٌ هُوَ

کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو۔ (تو راہین و عون المعبود)  
(چوتھی حدیث) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَنِ أَدْرَكَ السُّكُوعَ مِنَ السَّكَنَةِ الْخَيْرُ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ إِلَيْهِ أُخْرَى رَوَاهُ الدَّارِيُّ وَطَائِفَةُ  
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس آدمی نے جمعہ کے دن دوسری رکعت کا رکوع پایا وہ ایک رکعت اور پڑھے۔

ہم اس حدیث کو استہزاء و لبیش کر رہے ہیں۔ ہمارے مخالفین کے پاس سوائے قیاس کے بالفاظ صریحہ کچھ بھی بوجی نہیں۔ مولانا حمید اللہ صاحب مصنف احادیث التفسیر نے اس حدیث کو قابلِ حجت مانا (خطبات التوحید)

(پانچویں حدیث) أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ مِنْ طَرِيقِ سُفْيَانَ عَنْ مَثُورٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ وَهَبٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ فَأَذْرَكْنَا الْإِمَامَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَزَكَعْنَا ثُمَّ مَشَيْنَا حَتَّى اسْتَوَيْنَا بِالصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى الْإِمَامُ الصَّلَاةَ قُمْتُ إِذْ قَضَى فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَدْ أَوْزَكْتَ الصَّلَاةَ۔

زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں نماز کو گئے۔ امام رکوع کی حالت میں تھا۔ ہم بھی رکوع میں شامل ہو گئے۔ بعد سلام میں اس رکعت کو پڑھنے کے واسطے کھڑا ہوا تو عبد اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھادیا اور فرمایا کہ تیری رکعت ہو گئی۔ رحمۃ الہمدا میں ہے أَخَذَ يَدِي عَبْدُ اللَّهِ فَأَجْلَسَنِي يَعْنِي حَضَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ نَعْنِي مِيرَا هَاتھ پکڑ کر مجھے بٹھادیا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام رکوع کے پانے والے کو رکعت کا پانے والا جانتے تھے۔

(چھٹی حدیث) امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفت میں یہ باب منعقد کیا، بَابُ إِذَا أَذْرَكَ الْإِمَامُ بَابُ هِيَ أَسْ وَقْتُهَا جَبْ بِأَوَّلِ إِمَامٍ كُرِّعَ كِي حَالَتِمْ۔ اُكَّ فَرَمَاتَمْ هِي قَالِ الشَّافِعِيُّ يَرْسَنَادُهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ مَسْعُودٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ رَاكِعٌ فَزَكَعَا ثُمَّ دَبَّ رَاكِعًا



عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور امام رکوع میں تھا۔ پس آپ نے بھی رکوع کیا اور اس رکعت کو شمار کیا کماہرۃ فی حدیث آخر قال الشافعی وہ کذا نقول وقد فعل هذا زید بن ثابت یعنی امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے اور یہی زید بن ثابت نے کیا۔

پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت والی امامہ سہل بن حنیف والو کیر صدیق و عبداللہ بن زبیر ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت کیا ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت (ساتویں حدیث) أخرجه مالك في الموطأ أنه بلغه أن ابن عمر وزيد ابن ثابت كانوا يقولون من أدرك الركعة فقد أدرك السجدة۔

امام مالک فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ رکوع طے سے رکعت شمار کرتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔

الہرام لکنہ احادیث نبویہ و اقوال صحابہ و اسلاف اُمت سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ لیکن جو لوگ کہ اس کے قائل نہیں ہیں ان کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ اور قیام فرض ہے اور رکوع کی حالت میں یہ دونوں فرض ترک ہو گئے لہذا رکعت نہ ہوئی۔ اس کا جواب وہی ہے جو کہ علامہ شوکانی دے چکے ہیں کہ یہ وجوب قرۃ فاتحہ کے عموم سے مخصوص ہے یعنی قرۃ فاتحہ اور قیام اس وقت تک فرض ہے جب تک امام رکوع

میں د گیا ہو۔ اور جس وقت امام رکوع میں چلا گیا اُس وقت یہ دونوں چیزیں فرض نہیں جیسے کہ ظہر کی چار رکعت اس وقت تک فرض ہیں جب تک آدمی حضر میں ہو اور اگر سفر میں ہو تو دو رکعتوں کی فرضیت اٹھ گئی۔

اب میں اپنے مضمون کو بخوف طوالت علامہ شوکانی ہی کے قول پر ختم کرتا ہوں۔ آپ آخر میں فرماتے ہیں وَفِي هَذَا الْقِدَارِ الَّذِي ذَكَرْنَا كِفَايَةً فَاشْتَدُّ يَدَاكَ وَدَعَّ عَنْكَ مَا قَدْ وَقَعَ فِي هَذَا الْمَبْحَثِ مِنَ الْخَبْطِ وَالْخَلْطِ وَالتَّرْدُّدِ وَالتَّشْكِكِ وَالْوَسْوَسَةِ وَاللَّهْوِ سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى أَعْلَمُ۔ یعنی اس مسئلہ میں جو کچھ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں بس یہی تجھ کو کافی وافی ہے۔ اس کو مضبوط پکڑ لے اور جو بھی اس بحث میں خبط اور خلط اور شک و شبہ واقع ہو ان سب کو چھوڑو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

### نوٹ

یہ مضمون نہ کسی کی تردید میں ہے اور نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے۔ فقط احقاقِ حق منظور ہے لہذا اگر کوئی صاحب اس کی تردید کرنا چاہے تو پہلے وہ چند امور کا ضرور لحاظ رکھیں۔ اول یہ کہ ہم کو نمبر وار ایک دو حدیث ہی ایسی بتائیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف یہ الفاظ موجود ہوں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ فرضیت فاتحہ و قیام سے اس مسئلہ کی تردید نہ کریں کیونکہ علامہ شوکانی پہلے ہی اس کا جواب دے چکے ہیں۔ ہاں اگر جواب میں کچھ غلطی ہو تو اُس سے ہم کو متنبہ



۱۱  
کر سکتے ہیں فقط ابوالشفاق محمد سحاق کوٹکھوری

تحقیق حضرت العلامة مولانا محمد صاحب ناگڑھی رحمۃ اللہ

## رکوع کی رکعت

یہ مسئلہ مدتوں سے مختلف فیہا چلا آتا ہے۔ اہل حدیث میں بھی اس کی بابت دو جماعتیں ہیں۔ ایک اس کی قائل ہے کہ رکوع میں بیٹنے والے کی وہ رکعت ہوگئی۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ نہیں ہوئی۔ طرفین کے پاس بہت بڑی بڑی دلیلیں ہیں اور دونوں طرف سے بہت کچھ کہنے سنانے کی گنجائش ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں آٹے دن دفتر میں سوالات آتے رہتے ہیں اس لئے ارادہ ہے کہ اس مرتبہ اس مسئلہ کی تحقیق اخبار محمدی کے صفحات پر آجائے لیکن نہ بطور مباحثہ کے اور منظر کے بلکہ بطور ایک تشفی طلب دل کی تسکین کے اس لئے ہم یہاں پر طرفین کے دلائل اور اس میں محاکمہ نہیں کرتے۔ نہ کوئی لمبی چوڑا بحث میں پڑنا چاہتے ہیں بلکہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری تحقیق یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ یہ عبارت آپ کی کتاب الفتح السبکی میں ہے اور ہم اسے عون المعبود جلد اول ص ۲۱۱ اور

۳۳ سے نقل کر رہے ہیں۔ اصل عبارت مطول ہے اور پوری کے نقل کرنے سے اردو داں حضرات کو کوئی بہت بڑا فائدہ نہیں اور عربی داں حضرات اُسے اصل کتاب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں اسلئے ہم یہاں صرف اس کا پورا ترجمہ نقل کر دیتے ہیں۔ یہ بطور سوال جواب کے ہے ٹھیک ترجمہ ملاحظہ ہو۔

**سوال** اہل اسلام رضی اللہ عنہم کا سورۃ فاتحہ کے بارے میں اس شخص کے لئے کیا ارشاد ہے جو اپنے امام سے رکوع کی حالت میں ملا ہے کیا امام کے سلام کے بعد اُسے وہ رکعت ادا کرنی پڑگی اس لئے کہ اس سے قیام و قرأت فوت ہو گئی ہے جیسے کہ صحیحین کی حدیث کے مفہوم کا اقتضا ہے کہ جو پاؤں پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے تمام کر لو۔ اور ایک روایت میں ہے پورا کر لو اور جیسے کہ اس کی موافقت میں طبرانی کی روایت میں حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ جو بٹے پڑھ لے اور جو پہلے ہو چکی ہے اُسے قضا کر لے۔ یہ جملہ اس فرمان کے بعد ہے کہ خدا تیری حرص کو بڑھائے اب ایسا نہ کرنا۔ اور جیسے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حالت پر پاؤں گا اُسی پر ہو جاؤں گا۔ اور جو نماز پہلے گزر چکی ہو اُسے پھر پوری کر لوں گا۔ ایک دن جب یہ پہنچے حضور کچھ نماز پڑھ چکے تھے یا رکعت کا ایک حصہ ادا کر چکے تھے جس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے یہ بھی اسی میں مل گئے۔ اور جب سلام پھر گیا تب اپنی فوت شدہ رکعت ادا کر لی۔ حضور نے فرمایا معاذ نے



تمھارے لئے اچھا طریقہ جاری کیا ہے تم اسی طرح کیا کرو۔ یا۔ رکوع  
 میں ملنے والا اس رکعت کا پانے والا ہے گو اسے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا  
 موقع نہیں ملا جیسے کہ مقتضی اُس حدیث کا ہے جو صحیح ابن خزیمہ میں ہے  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص امام کے ساتھ رکوع  
 پالے اُس سے پہلے کہ امام اپنی پیٹھ کھڑی کرے یقیناً اُس نے اُس  
 رکعت کو پالیا۔ اس حدیث پر امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا  
 ہے۔ باب ہے بیان میں اُس وقت کے جس میں مقتدری رکعت کو  
 پالینے والا ہوتا ہے۔ اور بدلیل اس حدیث کے جسے دارقطنی لائے ہیں  
 کہ جب تک امام ہو پس امام کی قرأت اُس کی قرأت ہے۔ گو حافظ ابن حجر  
 نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ اس روایت کی تمام سندیں باتفاق تمام حفاظ  
 حدیث کے ضعیف ہیں۔ حضرت امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث  
 کئی سندوں سے روایت ہوئی ہے لیکن سب سندیں ضعیف ہیں۔  
 ٹھیک بات یہ ہے کہ یہ روایت کسرل ہے۔ ابن ہمام (حنفی) نے  
 فتح القدیر شرح ہدایہ میں اس کے کثرت طرق سے اس کی تقویت  
 کی ہے۔ اور فقیہ صانع عقیلی نے ابکاٹ مسندہ میں بحث کر کے اس  
 مسئلہ کے متلاشی کا تردد اور بڑھا دیا ہے۔

پس آپ مہربانی فرما کر وہ جواب عنایت فرمائیے جس سے لمبی  
 ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام مسلمانوں کی طرف سے بہترین بدلہ عطا  
 فرمائے۔

## بقیہ حفاظ علامہ قاضی محمد بن علی شوکانی کا جواب حج دلیلوں سے

یہ بات پایہ ثبوت کچھ پہنچ چکی ہے کہ  
سورۃ فاتحہ کا ہر نماز کی ہر رکعت میں  
پڑھنا ہر نمازی پر فرض ہے خواہ وہ

امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ہو یا کما اور اکیلے پڑھنا سورۃ فاتحہ کی فرضیت تو ظاہر ہے  
مقتدی پر اس کی فرضیت اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے امام کے پیچھے سوائے سورۃ فاتحہ کے اور قرأت سے منع فرمایا  
اور ساتھ ہی فرمایا کہ جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور حدیث  
میں ہے کہ جس شخص نے نماز کو اچھی طرح نہیں پڑھا تھا اسے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا بتلا کر آخر میں فرمایا اسی طرح ہر رکعت  
میں کرتارہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صریح دلائل سے اتنا تو ثابت ہے کہ  
بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ گو بظاہر ان دلیلوں سے یہ معلوم ہوتا  
ہے کہ پوری نماز میں ایک مرتبہ الحمد کا پڑھ لینا کافی ہے لیکن بہت سی دلیلیں  
اس بات کی ہیں کہ ہر ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب ہے اور اس کی  
دلیلیں بہت واضح بالکل ظاہر اور صاف کھلی ہوئی ہیں۔ جب یہ ثابت  
ہو گیا تو اب یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ حکم یہ ہے کہ امام کو جس حال میں  
مقتدی پائے اسی حال میں بل جائے اور جو امام کرے وہی اسے بھی  
کرنا چاہئے۔ پس جو شخص امام کے قیام کے آخری وقت پہنچا اسے اسی  
حالت میں بل جانا چاہئے۔ جب یہ اللہ اکبر کہہ کر بل گیا اب اس پر اپنے  
امام کی تابعداری ضروری ہے کیونکہ یہی حکم ہے۔ ارشاد نبوی ہے جب  
امام رکوع کرنے تم بھی رکوع کرو جیسے حدیث میں ہے کہ امام اسی لئے  
مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے



پس اگر مقتدی اپنے امام کے رکوع میں چلے جانے کے بعد بھی کھڑا رہ گیا اور سورۃ فاتحہ پڑھتا رہا تو اس نے اپنے نبی کے اس حکم کا خلاف کیا۔ پس صاف ثابت ہے کہ امام کے ساتھ اسے مل جانا چاہئے اور اسکی مطابقت کرنی چاہئے اور اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرنا چاہئے پھر حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا اس سے پہلے کہ امام اپنی پیٹھ اٹھائے اُس نے رکعت پالی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ مقتدی جو امام کی رکوع کی حالت میں شامل نماز ہوا ہے اور سورۃ فاتحہ پڑھنے کا وقت ہی اُسے نہیں ملا اس لئے ہجرت رکوع پالینے کے رکعت پالی معلوم ہو گیا کہ یہ حالت مخصوص ہے سورۃ فاتحہ کے ہر رکعت میں واجب ہونے سے۔ اور یہ بے ثبوت بات ہے کہ مقتدی اس حالت میں بھی سورۃ فاتحہ پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے اور یہ بھی بے ثبوت چیز ہے کہ ادراک (پالینے سے) مراد کامل ادراک ہے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ سورۃ فاتحہ بھی پالے۔ ایسا مطلب لینے سے تو یہ حدیث بالکل بے معنی اور مہمل ہو جاتی ہے کہ جس نے امام کی کمر اٹھانے سے پہلے امام کو پالیا اس لئے کہ اس حدیث کا ظاہر بلکہ صراحت یہ ہے کہ مقتدی تکبیر کہہ کر جب امام سے اس کے رکوع کی حالت میں اس سے پہلے کہ امام سر اٹھائے مل گیا اُس نے اُس رکعت کو پالیا گو سورۃ فاتحہ کا ایک حرف بھی پڑھنے کا موقع اُسے نہ ملا ہو۔ پس یہ پہلا امر ہے جس میں یہ شخص جسے اس مسئلہ میں شبہات و شکوک ہیں واقع ہوتا ہے اس لئے کہ جب یہ بینچا اور امام کو رکوع کی حالت میں پالیا یا قیام کی بالکل آخری وقت میں

پایا۔ پھر اُس نے کھڑے ہو کر قرأت شروع کی اور یہ چاہا کہ امام سے  
 اُس کے رکوع کے ختم ہونے سے پہلے ہی مل جائے تو اُس نے اُس  
 چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کی جس کا عموماً حاصل ہونا محال ہے  
 اس وجہ سے وہ اس حدیث کو بیکار و مہمل چھوڑنے والا ہوا یعنی  
 امام کو اُس کی پیٹھ اٹھانے سے پہلے پالینے کی حدیث کو دوسری گفت  
 جو لازم آتی ہے یہ ہے کہ وہ ان حدیثوں کا بھی خلاف کرتا ہے جن میں امام کی  
 اقتدار کا اور اُس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرنے کا اور اس کے سر  
 اٹھا کر سیدھا کھڑا ہونے کے ساتھ سیدھا کھڑا ہونے کا حکم ہے۔  
 اس کی تفصیل سنئے۔ یہ اس وقت پہنچتا ہے جب کہ امام رکوع میں ہے  
 یا رکوع کے بعد اور اُس نے سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کیا۔ اول سے  
 آخر تک اس سورت کو پڑھا۔ فرمائیے اب اس میں کیا شک رہ گیا کہ  
 اُس نے اپنے امام کی مخالفت کی۔ اُس کے رکوع کے ساتھ رکوع  
 نہیں کیا۔ اور یہ بھی بہت ممکن ہے کہ اس کے سیدھا کھڑا ہونے  
 کے ساتھ یہ سیدھا کھڑا بھی نہ ہو سکے حالانکہ حدیث کی رو سے امام  
 کی متابعت فرض ہے اور فرض کا خلاف عرام ہوتا ہے۔ تیسری  
 خرابی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو شخص اپنے امام  
 کو جس حال میں پائے اسی طرح کرے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ  
 امام کے ساتھ اسی حالت میں شامل ہو جاتا کہ جس پر امام کو پایا ہے۔  
 لازم ہے اُسے اسی طرح کرنا چاہئے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایسا اسی  
 وقت ہو سکتا ہے جب کہ امام کے رکوع کے ساتھ رکوع اور امام  
 کے اعتدال کے ساتھ اعتدال ہو۔ اس نے امام کو تو کسی اور حال



میں پایا اور خود سورۃ فاتحہ پڑھنے لگا تو اُس نے امام جس کام میں  
 تھا وہی نہیں کیا اور اس حکم کا خلاف کیا جس کی تعمیل اُس پر فرض  
 تھی اور جس کی مخالفت اس پر حرام تھی۔ اور جب تجھ پر وہ خرابیاں  
 کھل گئیں جو اس مقتدی پر بھی سورۃ فاتحہ واجب کہنے میں ہیں جو  
 اپنے امام کو رکوع کی حالت میں یا اس کے بعد پائے۔ اور تو ابھی  
 آگاہ ہو چکا کہ ایسا کرنے سے تین صحیح اور ثابت شدہ حدیثوں کا  
 خلاف لازم آتا ہے تو صاف ثابت ہو گیا کہ حق وہی ہے جو ہم  
 پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس حالت میں جو اس مقتدی کی ہے یعنی  
 اپنے امام کو اُس نے رکوع کی حالت میں پایا ہے یا رکوع کی تیاری  
 کی حالت میں پایا ہے یا رکوع کے بعد کی حالت میں پایا ہے وہ  
 مخصوص ہے سورۃ فاتحہ کی ہر نمازی کے اوپر کی فرضیت سے  
 اس کی مزید تائید جن حدیثوں سے ہوتی ہے ان میں سے ایک  
 حدیث یہ ہے کہ جو امام کو سجدہ کی حالت میں پائے اسے اس کے  
 ساتھ سجدہ میں مل جانا چاہئے۔ ہاں وہ اسے کچھ شمار نہ کرے (یعنی  
 رکعت ٹلی ہوئی نہ سمجھے) یہ دلیل ہے اس پر کہ جو امام کو اس کے  
 رکوع کی حالت میں پالے اور رکوع میں مل جائے وہ اس رکعت  
 کو شمار کر لے بلکہ یہ حدیث بھی اس قابل ہے کہ اوپر جو خرابیاں  
 بیان کر آئے ہیں ان کے ساتھ اُسے چوتھی خرابی شمار کی جائے۔ اور  
 اسے بھی مطلوب پر استدلال کیا جائے اور کہا جائے کہ جو شخص اپنے  
 امام کے ساتھ اُسی حالت میں شامل نہیں ہو جاتا پھر اُس رکعت  
 کو شمار کرتا ہے اُس پر قطعاً یہ صادق آتا ہے کہ اس نے مراد حدیث

کی مخالفت کی اس قدر بیان کافی ہے تو اسے مضبوط تھام لے  
اور اس مسئلہ میں جو جوش اور غلط ملط اور شک و تردد اور  
وسوسے اور افراط و تفریط ہو رہی ہے اُسے چھوڑ دے وَاللّٰهُ  
سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

**اخبار محمدی دہلی** حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ بالا  
فتویٰ کسی حاشیہ کا محتاج نہیں۔ الحمد شریف کا  
پڑھنا مقتدی پر بھی فرض ہے۔ خاص رکوع ملنے سے رکعت ہو جانے  
کی چونکہ حدیث ہے اور اس وقت اسے الحمد پڑھنے کا وقت ہی  
نہیں ملتا اس لئے یہ صورت اس میں سے مخصوص ہے جس طرح  
وضو فرض ہے لیکن پانی کے نہ ملنے کی صورت میں تیمم کافی ہے۔  
اور جس طرح ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں لیکن مسافر پر دو ہی ہیں۔  
اس مخصوص صورت میں الحمد کے نہ پڑھے جانے اور اس کے معاف  
ہو جانے سے الحمد کی فرضیت پر مطلق اثر نہیں پڑتا جیسے کہ حنفیوں  
کے ہاں قیام فرض ہے پھر بھی وہ رکوع میں ملنے والے کی رکعت  
شمار کرتے ہیں اور قیام کی فرضیت کو باقی مانتے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی  
اَعْلَمُ۔ (نیم اکتوبر ۱۹۳۷ء - ج ۹ ص ۳)

## علماء غزنویہ کا فتوٰ

مولانا عبد الغفور بن مولانا محمد صاحب بن مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی  
رحمہم اللہ ترجمۃ مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۳۳۶ بَابُ مَا عَلَى الْمَأْمُورِ کی  
فصل ثانی میں ایک حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کرتے ہیں مع عربی اردو



ملاحظہ فرمائیں:- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سَجُودٌ فَاسْجُدُوا وَلَا تَعْبُدُوا شَيْئًا مِنْ أَدْرَاكَ رُكْعَةٍ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ -

ترجمہ:- روایت ہے ابو ہریرہ رضی سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کہ آؤ تم طرف نماز کے اور میں سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ کرو اور نہ حساب میں رکھو اس کو کچھ۔ اور جس نے پایا رکوع ساتھ امام کے پس تحقیق پائی اس نے رکعت نماز کی۔ روایت کی یہ ابو داؤد نے۔

اسی صفحہ کے حاشیہ نمبر ۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جس نے پایا رکوع الخ۔ کہا شوکانی نے جمہور کے نزدیک اس حدیث میں رکعت سے رکوع مراد ہے۔ پھر ہوگا امام کو رکوع میں پانے والا پانے والا اس رکعت کا اور یہی مذہب ہے جمہور کا۔  
نیل انتہی بلفظ۔

رکوع کی رکعت کے شمار ہونے نہونے کے بارے

میں صحابی رسول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۹ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

امام مالکؒ کی کتاب موطا سے موجود ہے چنانچہ مع عبارت عربی  
اور ترجمہ اردو اسی کتاب ترجمۃ مشکوٰۃ سے ملاحظہ فرمائیں۔  
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَنْ أَدْرَكَ  
الْمَرْكَعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ السَّجْدَةَ وَمَنْ فَاتَتْهُ قِرَاءَةُ آيَةِ الْقُرْآنِ  
فَقَدْ فَاتَتْهُ خَيْرٌ كَثِيرٌ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

ترجمہ:- اور روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ تحقیق وہ تھے  
کہتے کہ جس شخص نے پایا رکوع پس تحقیق پائی رکعت اور جس کی  
رہ گئی پڑھنی سورہ فاتحہ پس تحقیق رہ گیا اس سے ثواب بہت  
یعنی بوجہ رکوع میں ملنے کے وہ سورت فاتحہ نہ پڑھ سکام

اس پر جو حاشیہ ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ حاشیہ نمبر (۱)۔  
جس نے پایا رکوع الخ کہا ابن عبد البر نے استذکار میں جمہور فقہاء  
یہی کہتے ہیں کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا پس خود بھی تکبیر  
کہہ کر شامل ہو گیا امام کے اٹھنے سے پہلے تو اس کی وہ رکعت  
ہو گئی۔ یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام  
ابو حنیفہؒ اور اصحاب اُن کے کا۔ اور یہی مذہب ہے ثوریؒ  
اور اوزاعیؒ اور ابو ثورؒ اور امام احمدؒ اور اسحاقؒ کا۔ اور  
یہی مروی ہے علیؒ اور ابن مسعودؒ اور زیدؒ اور ابن عمرؒ سے  
اور میں نے سند سے یہ نقل کیا ہے اپنی کتاب تہتید میں۔ انتہی بلفظ



# حضرت مولانا محی الدین صاحب "المسلم" کا فتویٰ

آپ اپنی کتاب بلاغ المبین کے صفحہ ۲۳۲ پر بایں الفاظ باب کا عنوان منعقد فرماتے ہیں

"رکوع میں امام کے ساتھ مقتدی کے ملنے سے اس رکعت کے شمار ہونے کے بیان میں" پھر صفحہ ۲۳۳ کتاب ہذا پر پہلی حدیث وہی نقل فرماتے ہیں جو ہم نے اوپر مولانا عبد الغفور غزنویؒ کے ترجمہ مشکوٰۃ سے نقل کی ہے۔ پھر اس کا ترجمہ بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔ اور روایت ہے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت آؤ تم طرف نماز کے اور ہم سجدہ میں ہوں پس سجدہ کرو اور نہ حساب میں رکھو اس کو کچھ اور جس نے پایا رکوع یعنی ساتھ امام کے پس تحقیق پائی اُس نے رکعت۔

نیز تشریح فرماتے ہیں کہ مجمع البحار میں لکھا ہے:-

مَنْ أَدْرَكَ رُكُوعَهُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ۔

یعنی جس شخص نے پایا رکوع پس تحقیق پائی اس نے۔

رکعت یعنی جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں جا ملا اس کی رکعت ادا ہو گئی۔  
 اسی طرح اپنی اسی کتاب بلاغ المبین میں متعدد احادیث لا کر  
 ثابت کیا ہے کہ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت شمار کی جائے گی۔  
 تسلی کے لئے ملاحظہ ہو بلاغ المبین از مولانا محی الدین صاحب مرحوم  
 (نو مسلم) الحدیث۔

الحمد للہ اب وہ بات بھی نہ رہی۔ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ میاں  
 سوا جماعت غر بار بالحدیث کے اور کوئی بھی نہیں کہتا کہ امام کے ساتھ  
 رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت شمار کی جائے۔ ثم الحمد للہ۔  
 حالانکہ مولانا عبد الغفور غزنویؒ اور مولانا محی الدینؒ بھی اس بات کے  
 قائل ہیں کہ بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ رکوع میں ملنے والے کی اس رکعت کا شمار چوٹا  
 ایک الگ مسئلہ ہے اور سورۃ فاتحہ کا نہ پڑھنا ایک الگ مسئلہ ہے

## فتویٰ مولانا حافظ ابو محمد عبد الستار صاحب

محرر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سوال ۲۳۳ :- رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور بلا فاتحہ  
 پڑھے کوئی نماز ہی نہیں ہوتی، کیا جواب ہے۔

سائل :- مولانا خضر الدین صاحب از کہولہاٹی ضلع رتھور

جواب ۲۳۳ :- مسئلہ علی التعمیم تو یہی ہے کہ بلا قرأت فاتحہ نماز نہیں ہوتی  
 مگر تعمیم کے بعد تخصیص بھی ہو سکتی ہے لہذا رکوع کی رکعت بوجہ دیگر ادلہ  
 شرعیہ و احادیث صریحہ اس سے مخصوص ہے جہاں چھ عون المعیود



شرح ابی داؤد وغیرہ میں اس کی مفصل و مبسوط بحث موجود ہے۔  
 نیز علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری یامانی نور العین من فتاویٰ شیخ حسین  
 کے صفحہ ۲۷۶ پر رقم طراز ہیں تَحْتِیَّتِ بِحَدِیَّتِ مَنْ اَدْرَاكَ مَعَ الْاِمَامِ  
 رُكْعَةً قَبْلَ اَنْ يُقِيْمَ صَلَاتَهُ فَقَدْ اَدْرَكَهَا اِنَّ هَذَا الَّذِي اَجَلَ مَعَ الْاِمَامِ  
 الَّذِي لَمْ يَتِمَّ كُنْ مِنْ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الرُّكْعَةَ بِحُجُودِ  
 اَدْرَاكِ لَهُ رَاكِعًا فَعْرِفَتْ بِهَذَا اَنْ مِثْلَ هَذِهِ الْحَالَةِ مُخَصَّصَةٌ  
 مِنْ عُمُومِ اِمْحَابِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ - اِلَى قَوْلِهِ  
 فَاِنْ ظَاهِرُهُ بَلْ صَرِيحُهُ اَنَّ الْمُؤْتَمِّرَ اِذَا وُصَلَ وَالْاِمَامُ رَاكِعًا  
 وَكَثُرَ دَرَكُهُ قَبْلَ اَنْ يُقِيْمَ الْاِمَامُ صَلَاتَهُ فَقَدْ صَارَ مُدْرِكًا  
 لِتِلْكَ الرَّكْعَةِ وَاِنْ لَمْ يَقْرَأْ حَرْفًا مِّنْ حُرُوفِ الْفَاتِحَةِ يَعْنِي  
 نَبِي عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَا قِرْآنِ هُوَ كَيْ جَوْشَنُ اِمَامِ كِي بِیْطِ سیدھی  
 کرنے سے پہلے رکوع مل گیا اس کی رکعت ہو گئی۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ یہ امام کے ساتھ رکوع  
 میں داخل ہونے والا جس نے قرأت فاتحہ پر قدرت نہیں پائی  
 رکوع میں ملنے ہی سے اس کی رکعت ہو گئی اور یہ حالت قرأت  
 فاتحہ کی وجوہی تعمیم سے مخصوص ٹھہری۔ اگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس  
 حدیث کا ظاہر بلکہ اس کا صریح یہی ہے کہ مقتدی جب صف میں اس  
 حالت میں آئے کہ امام رکوع میں ہو اور امام کی کمر سیدھی کرنے سے  
 پہلے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جھک جائے تو یقیناً اس کی رکعت  
 ہو جائے گی اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی اس  
 رکعت میں نہ پڑھا ہو انتہی۔ کیونکہ سورہ فاتحہ کا وجوب شارع علیہ الصلوٰۃ

والسلام سے حالت قیام میں ثابت ہے نہ کہ حالت رکوع میں پس جو شخص حالت قیام میں آکر ملے اور سورۃ فاتحہ نہ پڑھے یقیناً اسکی نماز بموجب حدیث کا صلوٰۃ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وغیرہ احادیث صحیحہ صریحہ کے نہ ہوگی۔ اور جو شخص رکوع میں آکر ملا تو اب یہ حالت بدل گئی۔ اس حالت میں اس پر قرأت فاتحہ واجب نہیں بلکہ حدیث رَسْمًا جُعِلَ الرَّمْلُ لِيُؤْتِيَ تَحْتَهُ اور فَلْيَضَعْهُ كَمَا يَضَعُ الرَّمْلَ کی رو سے رکوع میں جھکنا واجب ہے۔ فَكَوْنَتْ اَلْمَوْثِقَةُ عَنِ الرُّكُوعِ بَعْدَ رُكُوعِ الرَّامِلِ وَاحِدًا يَفْرُغُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ لَكَانَ مُخَالِفًا لِهَذَا الْاَهْلِ اِیسی حالت میں اگر مقتدی کھڑا رہا اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر پھر رکوع میں گیا تو اس نے حدیث مذکورہ بالا کی مخالفت کر کے ایک جرم کا ارتکاب کیا۔

پس حکم کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جائے گی اور بلا فاتحہ پڑھے کوئی نماز نہیں ہوتی دو حالتوں پر مبنی ہے یعنی جو شخص حالت قیام میں ملا بیشک اس کی نماز بلا فاتحہ ہرگز نہ ہوگی اور جو حالت رکوع میں ملا اس کی رکعت ہو جائے گی (کَمَا هُوَ مُبَيَّنٌّ فِي مَوْضِعٍ)

بعض لوگ حدیث فاتحہ اور حدیث رکعت رکوع میں بظاہر تعارض دیکھ کر ایک کا انکار اور ایک کا اقرار کرتے ہیں جو ہرگز درست نہیں بلکہ یہ دو احادیث اپنے اپنے محل پر قابل تعمیل و تسلیم ہیں۔ اس کی مثال



دو حالتوں اور دو شخصوں پر محمول وہی ہے یعنی مقیم کی نہیں ہوتی اور مسافر کی ہو جاتی ہے اسی طرح بلا فاتحہ نماز نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے سے ہو جاتی ہے یعنی قیام میں ملنے والے کی نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے والے کی ہو جاتی ہے فَلَا تَعَارِضَ بَيْنَ الْاَدِلَّةِ وَلَا تَنَاقُضَ فِيهَا فَافْهَمْ وَتَذَكَّرْ۔

نیز علامہ شوکانی نے نیل الاوطار شرح منہج الاخبار جلد ۳ کے ص ۱۳۱ میں مدرک رکوع کا مدرک رکعت ہونا جمہور علماء سے ثابت کیا ہے حَيْثُ قَالَ الْمُسْلِمُ اَدْبَاهَا هُنَا الشَّرْكَوْعُ وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ فِي حَدِيثِ ابْنِ هُرَيْرَةَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلَاةِ فَيَكُونُ مَدْرَكَ الْاِمَامِ رَاكِعًا مَدْرَكَ لِبَلَدِكَ الرُّكْعَةُ وَاِلَى ذٰلِكَ ذَهَبَ الْجَمْعُ هُوَ

نیز علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری فتح الباری کے ۲ صفحہ ۲۵۶ میں باوجود مدعی فرضیت فاتحہ ہونے کے صاف الفاظ میں رقمطراز ہیں اِنَّ الْمَسْبُوقَ يَدْرِكُ الرَّكْعَةَ بِتَمَامِهَا يَدْرِكُ الرَّكْعَةَ یعنی رکوع میں ملنے سے پوری رکعت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح علامہ امام نووی شارح صحیح مسلم بھی باوجود ادعاء فرضیت فاتحہ کے مدرک رکوع سے فرضیت فاتحہ کو ساقط بتاتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم مطبوعہ انصاری کے صفحہ ۱۳۵ میں مرقوم ہے فَإِنَّمَا (أَيُّ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ) تَسْقُطُ عَنِ الْمَسْبُوقِ إِذَا اَدْرَكَ الْاِمَامَ رَاكِعًا۔ فاویستار مجاہد (مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار

# تمام الخشوع بادراک الركوع

## از افادات

حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب سامرودی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على نبينا محمد المصطفى اما بعد

حضرات اہلحدیث کثیر اللہ سوادہم - کراچی

سے ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس میں یہ سوال ہے کہ :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں مدرک رکوع  
یعنی امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی رکعت ہو جاتی ہے  
یا نہیں ؟ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ رکوع پانے والے  
نے سورہ فاتحہ مطلقاً نہیں پڑھی احادیث صحیحہ کی روشنی  
میں جواب دیا جائے - بنیوا تو جروا -

سائل کا نام مذکور نہیں اس کا جواب مولانا محمد لونس  
صاحب پرتاپ گڈھی کی طرف سے تحریر میں آیا ہے جس کا  
نام اتمام الخشوع باحکام الركوع ہے



تشریح کیا گیا ہے فاضل مجیب نے اپنے جواب میں کس دلیری و جرأت سے کام لیا ہے آپ حضرات ہی اندازہ لگا سکیں گے۔ ہمیں کہنے کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ صفحہ ۳ میں آپ بوں کو ہر فستانی فرماتے ہیں "بعض مدعیان اہل حدیث بھی مدرک رکوع کی رکعت ہو جانے پر اڑے ہوئے ہیں۔"

حضرت امام بیہقی رحمہ کی کتاب المعرفہ سے حضرت مولانا تھمس الحق شراح ابوداؤد نے اپنی عون مش ۳۳ میں نقل کیا ہے "باب اِذَا ادَّسَرَكَ الْإِمَامُ رَأْيَكَ" اس میں امام شافعی حضرت ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابوامامہ اور ابو بکر صدیق رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مسئلہ کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَفِي مَعْنَاهُ حَدِيثُ ابْنِ بَكْرَةَ أَنَّكَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْكَ فَرَكِعَ دُونَ الصَّفِّ ثَمَّ مَشَى إِلَى الصَّفِّ۔

اس کے بعد بوں فرماتے ہیں۔

وَفِي ذَلِكَ دَلَالَةٌ عَلَى إِدْرَاكِ الرَّكْعَتَيْنِ بِإِدْرَاكِ الرَّكْعَةِ وَقَدْ رَوَى صَرِيحًا عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَابْنِ عُمَرَ وَفِي خَيْرِ مَرْسَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي خَيْرِ مَوْضُوعٍ عَنْهُ غَيْرُ قَوِيٍّ الْح

ابوبکرہ کی روایت کے بعد لکھتے ہیں اس میں دلیل ہے اس امر کی کہ رکوع کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے۔ امام بیہقی نے سنن کبریٰ جلد ۲ میں ”بَابُ مَنْ رَكَعَ دُونَ الصَّغِيَةِ“ میں حضرت ابوبکر صدیق اور زید بن ثابت اور ابوامامہ سہل بن حنیف اور ابن مسعود رضوان اللہ علیہم سے باسند روایت بیان کی ہے اور آپ خود فرماتے ہیں ”وَفِي ذَٰلِكَ دَلِيلٌ عَلَىٰ اَدْرَاكِ الرَّكَعَتَيْنِ وَلَوْلَا ذَٰلِكَ لَمَا تَكَلَّفُوهُ“ ان کے ان افعالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے ورنہ یہ ہستیاں اتنی زحمت نہ اٹھاتیں۔

حضرت مولانا شمس الحق شاذلی ابوداؤد و دعون المعبود و ص ۲۳ جلد ۱ میں فرماتے ہیں۔

وَذَهَبَ جَمْعُهُمْ إِلَى السَّلَفِ وَالْخَلْفِ إِلَى أَنَّ مُدْرِكَ الرُّكُوعِ مُدْرِكُ الرَّكَعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ اسْتِرَاطٍ قَرَأَتْهُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ قَالَ حَافِظُ الْمَغْرِبِ أَبُو عُمَرَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الْإِسْتِزْكَارِ شَرْحُ الْمُوطَا قَالَ جَمْعُهُمْ لِلْفُقَهَاءِ مَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ رَاكِعًا فَكَبَّرَ وَرَكَعَ وَأَمُكِنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ فَقَدْ أَدْرَكَ الرَّكَعَتَيْنِ إِلَى أَنْ قَالَ هَذَا مِنْ هَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَابْنِ حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُ بَيْهَقٍ وَالتَّوْرِيِّ



وَالْأَوْدَاعِيَّ وَالْأَبِي ثَوْرٍ وَأَسْحَدَ وَأَسْحَقَ وَرَوَى ذَلِكَ عَنْ عَلِيٍّ  
وَأَبِي مَسْعُودٍ وَزَيْدٍ وَأَبِي عُمَرَ وَقَدْ ذَكَرْنَا الْأَسَانِيدَ عَنْهُمْ فِي التَّهْنِئَةِ

یعنی جمہور سلف و خلف اس طرف گئے ہیں کہ رکوع پانے والا  
مدرک رکعت ہے سورہ فاتحہ کی کوئی شرط نہیں علامہ ابن عبد البر مغربی  
حفاظ حدیث سے اپنی استذکار شرح مطامین فرماتے ہیں۔ کہ جمہور فقہاء کہتے ہیں  
جس نے امام کو رکوع میں پایا اور امام کے سر اٹھانے سے پہلے زانو کو پکڑ لیا  
بے شک اس نے یہ رکعت پالی۔ آگے چل کر فرماتے ہیں امام مالک اور شافعی  
اور ابو حنیفہ ان کے ساتھ اور امام ثوری اور امام اوزاعی اور امام ابو ثور  
اور امام احمد اور امام اسحق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی حضرت  
علی اور حضرت ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے وارد  
ہے ان کی سندیں ہم نے متہبذ میں بیان کی ہیں امام شافعی کا مسلک  
ان کی کتاب الامم ص ۹ و ص ۱۵ میں ہے۔

مَا لَمْ يَنْوَ أَنْ رَجُلًا أَذْرَكَ الْإِمَامَ رَاكِعًا قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ  
الْإِمَامَ ظَهْرَهُ مِنَ الرُّكُوعِ اعْتَدَّ بِتِلْكَ الرَّكْعَةِ۔ یعنی اگر آدمی  
نے امام کو رکوع امام کے اپنی پشت رکوع سے اٹھانے سے قبل پایا اس  
کی وہ رکعت ہو گئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ المسلمین سے سنن  
بیہقی ص ۱۶ ج ۱ میں ہے۔

اِذَا اَذْرَكَهُ رُكُوعًا كَبَّرْتَ تَكْبِيرَتَيْنِ لِاِفْتِاحِ الصَّلَاةِ وَتَكْبِيرٌ  
لِلرُّكُوعِ فَقُلْ بِرَأْيِ الرَّكْعَةِ يَعْنِي جِسْمَ لَوْكُونِ رُكُوعٍ مِثْلَ  
اِفْتِاحِ اَوَّلِ رُكُوعٍ كَيْفَ تَكْبِيرِیْنِ کہہ کر شامل ہو گیا اس کو رکعت مل گئی۔

حضرت ابن عمر فتویٰ دیتے تھے کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا امام  
کے سر اٹھانے سے پہلے تو اس نے اس رکعت کو پایا۔ ملاحظہ ہو سنن بیہقی  
ط ۱۰۱۱ اَفْطَأْنَا مَا كَانَ يَقُولُ مَنْ اَذْرَكَ الْاِمَامَ رَاكِعًا فَرَكَعَ قَبْلَ  
اَنْ يَّرْفَعَ الْاِمَامَ رَأْسُهُ فَقَدْ اَذْرَكَ تِلْكَ الرَّكْعَةَ۔ حضرت  
سعيد بن المسيب اور ميمون بن مهران سے بھی اس رکعت کا ہوجانا  
مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۱۷ ج ۱ میں وارد ہے۔ امام بیہقی  
کتاب القراءة ص ۱۵۱ میں شراتے ہیں۔

وَمَا الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ فَإِنَّمَا يَجْعَلُهُ مُدْرِكًا لِلرَّكْعَةِ  
بِاَذْرَاكَ الرُّكُوعِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْاِتِّسَاعِ عَنْ ابْنِ بَكْرٍ وَرَوَيْنَاهُ  
مِنْ الْمُرْسَلِ وَلَا يَدْخُلُ سُقُوطُ الْقِرَاءَةِ عَنْ الْمَأْمُومِ بِاَذْرَاكَ  
الرُّكُوعِ عَلَى مَا قُلْنَا لَاحِنًا ذَلِكَ رُخْصَةٌ وَرَدَّ بِهَا الشَّرْعُ  
فَلَا يُقَاسُ عَلَيْهَا اِلَّا يَعْنِي اِمَامٌ شَافِعِيٌّ تَوَدَّرَ رُكُوعًا كَوَدَّرَ رُكْعَةً شَاهِدَ  
کرتے ہیں چونکہ اس بارے میں روایتیں حضرت ابو بکر صدیق اور زید بن ثابت  
ادابن مسعود اور ابن عمر اور ابن الزبیر سے ثابت ہوئی ہیں۔



پھر اس میں ابو بکرؓ کی حدیث بھی ہے اور ایک مرسل بھی ہے۔ ہم پر  
مدرک رکوع سے قرأت ساقط ہونے کا اعتراض نہیں وارد ہو سکتا۔ اس  
لئے کہ یہ تو ایک رخصتی چیز ہے۔ جس کی رخصت شرع شریف سے ہی آچکی ہے۔  
اس کے بعد امام بیہقیؒ نے دل کھول کر مدرک رکوع کا مدرک  
رکعت ہونا واضح فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ ہم نے اس کتاب کا  
بمعہ الترام صحت عربی ترجمہ بھی کیا ہے۔ خدا کو منظور ہو گا تو علیہ طبع سے  
بھی محلی ہو کر منصف مشہود پر ظاہر ہو جاوے گی وَمَا ذَاكَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ بِعَزَائِهِ

اب قدرے مولانا  
گرامی برص کو ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں۔  
”بعض مدعیان اہل حدیث بھی مدرک رکوع کی رکعت ہو جانے  
پر اڑے ہوئے ہیں۔“

اور مضمون ص ۵۹ پر

”رکوع میں رکعت لینے والے حدیث کے خلاف کرنے میں کس  
قدر بے باک ہیں۔“

اور ص ۶۱ کے مضمون میں

”حدیث ابو بکرؓ۔ اس میں کہیں نہیں کہ ابو بکرؓ کی رکوع والی رکعت

ہو گئی۔ یہ محض لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے۔

ملاحظہ فرما کر آپ کے شیخ الحدیث ہونے کی ضرور ہی داد دیں۔

ابوبکر صدیق و علی و ابن عمر و

ابو امامہ و زید بن ثابت و ابن مسعود وغیرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور امام شافعی۔ امام احمد۔ امام اسحق بن راہویہ، امام اوزاعی۔ ابو ثور۔

و امام مالک وغیرہ رحمہم اللہ کی بزرگ ہستیاں اور جمہور سلف اور خلف

بقول شیخ الحدیث کے خلاف کرنے میں کیا واقعی بے باک تھیں ؟

اللہ اکبر۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب نے صلیب میں رکوع

میں رکعت شمار کرنے والی ہستیوں کو احناف سے جا ملایا۔

سُنیئے ازید بن وہب کہتے ہیں میں عبد اللہ بن مسعود کے ہمراہ

اُن کے گھر سے نکلا مسجد کی طرف۔ ہم جب مسجد میں پہنچے ہیں تو امام نے

رکوع کر دیا ابن مسعود نے تکبیر کہہ کر رکوع کر دیا۔ میں نے بھی رکوع کر دیا

امام اپنی نماز پوری کر چکا تو میں اس خیال سے کھڑا ہونے کہ مجھے

رکعت نہیں ملی۔



”فَلَاخَذَ عَبْدُ اللَّهِ مَا جَلَسَ بِي وَقَالَ إِنَّا لَقَدْ أَدْرَمْتِ“

عبداللہ بن مسعودؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگے بیٹھ تیری رکعت ہو گئی۔ دیکھو  
(مصنف ص ۱۷۱ سنن بیہقی ص ۹۰-۱۶)

مجمع الزوائد میں طبرانی کبیر سے اسے بیان کیا ہے۔ وَقَالَ رَجُلًا  
ثِقَاتٌ مِّنْ خَلِيفَةِ الْعَمَالِ مَطْبُوعٌ مَّصْرُفٌ ۲۵ ج ۲ عون المعبود ص ۲۲۵ ج ۱ میں ہے  
إِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَابْنَ عُمَرَ كَانَا يُفْتِيَانِ الرَّجُلَ إِذَا انْتَهَى  
إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ رُكُوعٌ أَنْ يُكَبِّرَ تَكْبِيرَةً وَقَدْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ قَالَ  
وَأِنْ وَجَدَ هُوَ سَجُودًا سَجَدَ مَعَهُمْ وَلَمْ يُعْتَدِ بِذَلِكَ أَخْرَجَنَا  
عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي جَامِعِهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ - زید بن ثابتؓ اور ابن عمرؓ تو  
مدرک رکوع کی رکعت ہو جانے کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔

کیا شیخ الحدیث صاحب کچھ روشنی ان پر بھی ڈال سکتے ہیں؟ کیا یہ  
ان بزرگ ہستیوں کی حدیث نبوی یا ذات نبوی کے خلاف کرنے میں واقعی  
بیباکی ہی ہے؟ یا لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے؟ یا بے وجہ مخالفت پر اڑے  
ہوئے ہیں؟ آخر کچھ تو گوہر افشانی فرمائیے۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی شارح البوداود عون ط ۲ ج ۱ میں فرماتے ہیں۔  
قَدْ أَلَفَ السَّيِّدُ الْعَلَمَةُ مَتَّى مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْإِمَامُ  
رِسَالَتِي فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَرَجَحَ مِنْ هَبِ الْجُمْهُورِ وَكَتَبَ

أَبْحَثْنَا فِي الْجَوَابِ عَلَيْهَا۔

علامہ سید محمد بن اسماعیل امیر بیانی شارح بلوغ المرام نے رکوع میں رکعت ہو جانے کے متعلق ایک مستقل رسالہ تحریر کیا ہے اور جمہور کے مسلک کو ترجیح دی ہے۔

شیخ الحدیث صاحب الان کے متعلق بھی کچھ ارشاد گرامی فرمائیے۔  
شیخ الحدیث صاحب ص ۱۱۱ میں فرماتے ہیں۔

”اس حدیث میں کہیں نہیں ہے کہ ابو بکر کی رکوع والی رکعت ہو گئی  
محض لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے“

حافظ صاحب فرماتے ہیں ص ۱۱۱ ج ۲ میں۔ حُجَّتُ الْجُمُحُورِ حَدِيثُ  
أَبِي بَكْرَةَ حَيْثُ رَكَعَ دُونَ الصَّغِيَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُودِي وَلَمْ يَأْمُرْهُ بِإِعَادَةِ  
تِلْكَ الرَّكَعَةِ۔

نیز ص ۱۱۱ ج ۲ بضمن استدلال امام شافعی فرماتے ہیں۔

وَأَسْتَدِلَّ الشَّافِعِيُّ وَغَيْرُهُ بِحَدِيثِ أَبِي بَكْرَةَ عَلَى أَنَّ  
الْحُسْبَابَ لِيَكُونَ أَبِي بَكْرَةَ أَلَى بِجُزْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ خَلْفَ  
الصَّغِيَةِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِالْإِعَادَةِ لَكِنْ نَهِيَ عَنِ الْعُودِ إِلَى ذَلِكَ  
فَكَانَ أَرْشِدًا إِلَى مَا هُوَ أَلَا فَضْلٌ۔



بہر صورت ابی بکرہ کی روایت میں اعادہ کا حکم نہیں ہے۔ یہ بات  
جمہور کی بھی تسلیم شدہ ہے علاوہ امام شافعی کے امام بخاری رح کی جامع  
صحیح بخاری ہی کو ملاحظہ فرمائیں امام ممدوح اپنی صحیح میں اسی ابو بکرہ کی  
حدیث پر بایں اسلوب عنوان قائم فرما رہے ہیں۔

”بَابُ إِذَا سَرَّكَ دُونَ الصَّفِّ“

حدیث کے اخیر لفظ وَلَا تَعْدُ اور باب کو بہ نظر غائر ملاحظہ فرمائیں جس سے  
بخاری واضح ہو رہا ہے کہ رکوع دون الصف آئندہ نہ کرنا۔ حافظ اس  
کے تحت لکھتے ہیں۔

أَيُّ إِلَى مَا صَنَعْتَ مِنَ السَّعْيِ الشَّدِيدِ ثُمَّ مِنَ الرُّكُوعِ  
دُونَ الصَّفِّ ثُمَّ الْمَشْيِ إِلَى الصَّفِّ وَقَدْ وَرَدَ مَا يَقْتَضِي ذَلِكَ  
صَرِيحًا فِي طَرُقِ حَدِيثِهِ لِمَا تَقَدَّمَ بَعْضُهَا وَفِي سَرَايَةِ  
عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَذْكُورَةِ فَقَالَ مِنَ السَّاعِي. وَفِي رَوَايَةِ  
يُونُسَ بْنِ عَبْدِ عَنْ الْحَسَنِ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ فَقَالَ أَيْكُمْ  
صَاحِبُ هَذِهِ النَّفْسِ قَالَ خَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي الرُّكْعَةُ  
وَفِي رَوَايَةِ حَمَّادٍ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ وَغَيْرِهِ أَيْكُمْ الرَّائِعُ  
دُونَ الصَّفِّ ؟

امام ابوداؤد نے بھی باین عنوان باب عقد فرمایا ہے۔

”بَابُ الرَّجُلِ يَرْكَعُ دُونَ الصَّفِّ“

امام سنائی نے یہ اس طور باب عقد فرمایا ہے -

الرُّكُوعُ دُونَ الصَّفِّ“

امام سیوطی زہر الربیع میں فرماتے ہیں -

لَا تَعْدُ بِنَتْمِ أَوَّلِهِ وَصُفْرِ الْعَيْنِ مِنَ  
الْعُودِ أَيْ إِلَى أَنْ تَرْكَعُ دُونَ الصَّفِّ  
حَتَّى تَقُومَ مَرَّةً فِي الصَّفِّ

نواب والا جاہ بخوبی الی عون الباری ص ۱۳۱ میں فرماتے ہیں -

لَا تَعْدُ إِلَى الرَّكُوعِ دُونَ الصَّفِّ مُنْفَرِدًا فَإِنَّهُ  
مَكْرُوهٌ لِجَدِ يَثِ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا إِذَا آتَى أَحَدُكُمْ الصَّلَاةَ  
فَلَا يَرْكَعُ دُونَ الصَّفِّ حَتَّى يَأْخُذَ مَكَانَهُ مِنَ الصَّفِّ وَالنَّهْيُ  
مَحْمُولٌ عَلَى التَّنْزِيهِ وَلَوْ كَانَ لِلتَّحْرِيمِ لِمَرَّأَى بَابِ كَرَةِ

بِالْإِسْعَادِ - مولانا شمس الحق شارح البوداؤد صفحہ ۲۵۴ ج ۱ میں فرماتے ہیں -

لَا تَعْدُ إِلَى مَا صَنَعْتَ مِنَ السَّعْيِ الشَّدِيدِ ثُمَّ الرَّكُوعِ  
دُونَ الصَّفِّ ثُمَّ الْمَشْيَ إِلَى الصَّفِّ وَقَدْ وَرَدَ مَا يُقْتَضَى  
ذَلِكَ صَرِيحًا فِي طَوِّقِ حَدِيثِهَا -

امام بخاری و دیگر ائمہ حدیث کا مقصد اس حدیث پر باب وغیرہ



سے صرف یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے شدید سے جانے کو ہی منع فرمایا ہو۔ زاوگ اللہ حرصاً۔ گویا جواب ہے ابو بکرؓ کے قول "خَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي الرَّكْعَةُ مَعَكَ" ، اے آپ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی مگر اعادہ رکعت کا آپ نے انھیں ارشاد نہیں فرمایا۔

سوال اب یہ ہے کہ امام بخاری اور دیگر محدثین کے بعض باب محض بطریق استفتاء اور سوال ہیں اور احادیث مافی الباب ان استفساروں کے جوابات ہیں امام بخاری کے باب إِذَا زَكَّعَ دُونَ الصَّفِّ اور نسائی کے باب الرُّكُوعَ دُونَ الصَّفِّ کو بنظر فائز ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے باب میں استفسار ہے کہ صف سے درے جب رکوع کرے تو اس کے لئے رکعت کے اعادہ کا کیا حکم ہے۔ امام نسائی کے باب میں بایں اسلوب استفسار ہے کہ صف سے درے رکوع کرنے کا کیا حکم ہے۔ ابوداؤد کے بایں طریق استفسار ہے کہ صف سے درے رکوع کرنے والے کے لئے کیا ارشاد ہے۔ ان سب کا مآل ایک ہی ہے۔ حدیث ابو بکرہ رضی اللہ عنہ تمام پہلو کا جواب ہے سب سے شدید وغیرہ سے رد کر دیا ہے۔ اس کی رکعت ہو گئی اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعادہ نماز کا انھیں حکم نہیں فرمایا۔ یہی محدثین نے سمجھا ہے۔ ابوداؤد کی روایت بالکل واضح ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع دون الصف ثم المشی

الی الصف ہی سے منع فرمایا ہے۔ اس میں ابو بکرؓ کو نماز کے اعادہ کا اصل حکم نہیں فرمایا۔ اور یہی محدثین کا واضح کرنا ہے۔ رہا اس ابو بکرؓ کی روایت میں زیادتی و اقصیٰ مَا سَبَقَكَ شَيْخُ الْحَدِيثِ صاحب نے جزاء القراءة سے و اقصیٰ مَا سَبَقَكَ خطاب کے لفظ سے ذکر کیا ہے صفحہ ۴۴ میں مگر اصل کتاب سبق نہیں ہے۔ بلکہ ماسبق ہے۔ اس روایت میں ایک راوی عبداللہ بن علیؓ الخزاز ہیں۔ امام ابو زرہ نے کہا منکر الحدیث۔

ابن عدی فرماتے ہیں یہ یونس اور داؤد بن ابی ہند سے ایسی روایتیں روایت کرتا ہے کہ لَا يُؤَافِقُهُمَا عَلَيْهِ الشَّقَاتُ أَحَادِيثُ أَضْرَازُ كُلُّهَا امام نسائی فرماتے ہیں لَيْسَ بِثِقَةٍ ملاحظہ ہو میزان امام ذہبی ابن القطان فرماتے ہیں لَا أَعْلَمُ لَهُ مُوْتَقًّا اس کا ثقہ کہنے والا کوئی تاہموز معلوم نہیں ہوا۔ ابن عدی نے کہا مُضْطَرِبُ الْحَدِيثِ وَلَيْسَ مِنْ يَحْتَجُّ بِهِ۔ یہ مضطرب الحدیث ہیں اور حجت پکڑنے کے لائق نہیں۔ ملاحظہ ہو تہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی اور جزاء القراءة کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَوةَ الصُّبْحِ فَسَمِعَ نَفْسًا تَدِيدُ أَوْ يَهْرَأُ مِنْ خَلْفِهِ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ لِبَنِي بَكْرَةَ أَنْتَ صَاحِبُ هَذِهِ النَّفْسِ قَالَ نَعَمْ فَمَا أَفْخَشِيْتُ أَنْ تَقُولَنِي رُكْعَةً مَعَكَ فَأَسْرَعْتُ الْمَشْيَ



فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَارَاكَ  
تَعُدُّ صَلَّيْ مَا أَدْرَكَتْ وَاقْضِ مَا سَبَقَ -

ابو بکرؓ کی غرض صرف اس حرکت سے حضور صلعم کے ہمراہ رکعت کا  
فوت نہ ہونے دینا ہے۔ اس بار بار اور دلولہ کی آپ نے زَادَكَ اللَّهُ  
حِرْصًا سے تائید فرمائی اور فرمایا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے اسرار مشی وغیرہ ہی سے انھیں آئندہ کرنے سے منع فرمادیا۔  
اور بس ان کے خیال کی تائید زادک اللہ حرصاً سے فرمائی۔ اعادہ کا ارشاد  
نہیں فرمایا۔ اگر اعادہ ان پر لازم ہوتا، اور رکعت نہ ہوئی ہوتی، تو آپ  
ضرور انہیں اعادہ کا حکم فرماتے، انھیں ان کے خیال ہی پر نہ چھوڑتے، اور  
وَاقْضِ مَا سَبَقَ آئندہ کے لئے نصیحتاً ارشاد فرمایا کہ آج تو تم نے  
میرے ہمراہ رکعت کے فوت ہونے کی غرض سے یہ حرکت کی اور تم نے  
مجھے رکوع کی حالت میں پایا، تمہارا کام بہر صورت بن گیا۔ مگر اس قدر  
زحمت اور تکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت؟ تم اس خیال کی بنا پر رکوع  
دونوں اصف کرتے اور دوڑتے ہوئے مت آیا کرو۔ بلکہ تمہارے صف میں  
داخل ہونے سے پہلے ہم یعنی امام کھڑا ہو جاوے اور رکوع نہیں ملا تو تم بعد  
سلام اس رکعت کو ٹوالینا، اس لیے کہ رکوع نہ ملنے سے رکعت نہیں ملا  
کرتی۔ مسند امام احمد ص ۷۷ ج ۵ حضرت ابو بکرؓ کی سند میں اس طرح وارد ہے

أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ جَاءَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرَّاحًا  
فَسَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ نَعْلِ أَبِي بَكْرَةَ وَهُوَ  
يُحْضِرُ يُرِيدُ أَنْ يُدْرِكَ الرُّكْعَةَ الْحَدِيثَ -

یعنی ابو بکرؓ اس حال میں آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع  
میں تھے۔ آپ نے ابو بکرؓ کے جوتے کی آواز سنی ابو بکرؓ رکعت پانے کی  
غرض سے دوڑ رہے تھے۔ تب آپ نے انھیں بعد نماز یوں ارشاد فرمایا۔  
”زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ“

سنن امام بیہقی ص ۹ ج ۲۰ میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رَفِيعٍ عَنْ رَجُلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اجْتَمَعْتُمْ وَالْإِمَامُ سَرَّاحٌ فَارْكَعُوا وَإِنْ كَانَ سَاجِدًا  
فَاسْجُدُوا وَلَا تَعُدُّوا بِالسُّجُودِ إِذَا الْمُرُكِبُ مَعَهُ الرُّكُوعَ -

یعنی تم جب نماز کے لئے آؤ اور امام رکوع میں ہو تو رکوع میں  
ہو جاؤ، اور اگر سجدہ میں شامل ہو جاؤ جس سجدہ کے ساتھ رکوع نہ ہو  
اس کو مت شمار کرو۔

یہ روایت مرسل صحابہ ہے۔ محدثین کا متفقہ اصول ہے کہ جہات  
صحابہ مضر نہیں، یہ روایت باعتبار سند کے قابل وثوق ہے۔ رجال  
اس کے تمام ثقہ رجال بخاری ہیں۔ یہ رجل مجهول صحابی۔ امام بیہقی



## بَابُ الْمُسْتَبْقِ بِبَعْضِ صَلَاتِهِ الْخَمِيسِ اس

حدیث کو انھیں عبد العزیز بن رفیع سے نقل کیا ہے بلفظ عن شیخ من انصار  
مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۷۱ جلد ۱ میں بلفظ عن رجل من اهل المدينة وارادہ۔  
اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔

قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَسَمِعَ  
خَفَقَ نَعْلَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَيُّكُمْ دَخَلَ؟ قَالَ الرَّجُلُ أَنَا  
يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ كَيْفَ وَجَدْتَنِي؟ قَالَ سُجُّودًا فَسَجَدْتُ  
قَالَ هَكَذَا أَفَاعْلَمُوا كَمَا تَجِدُونَنَا وَلَا تَعْتَدُوا بِالسَّجْدَةِ  
إِذَا لَمْ تُدْرِكُوا الرُّكْعَةَ۔

یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جسے امام ابو داؤد نے ابو ہریرہ  
رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

بلفظ إِذَا اجْتَمَعْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُّودٌ فَاسْجُدُوا وَلَا  
تَعْتَدُوا هَذَا شَيْئًا وَمَنْ أَدْرَكَ الرُّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ۔

اس روایت میں گویا بن ابی سلیمان مدنی وغیرہ متکلم فیہ رجال ہیں  
مگر اولاً تو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر سکوت کیا جو بالاتفاق  
اہل الحدیث صلح للعقل ہے۔ ثانیاً منذری نے بھی اس پر سکوت کیا ہے

چنانچہ عون المعبود صفحہ ۲۲۲ جلد ۱ میں ہے۔ یحییٰ بن ابی سلیمان کو ثقات اہل  
بصرہ سے شمار کیا ہے

حاکم نے مستدرک صفحہ ۲۱۶ جلد ۱ میں کہا۔

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْأَسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ وَيَحْيَى بْنُ أَبِي  
سُلَيْمَانَ مِنْ ثِقَاتِ الْمِصْرِيِّينَ۔

امام ذہبی نے تلخیص المستدرک میں منہ ماہ صَحِيحٌ وَيَحْيَى مِصْرِيٌّ  
ثَقِيٌّ۔ صفحہ ۲۴۴ جلد ۱ میں حاکم نے فرمایا۔

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ قَدْ اخْتَجَّ الشَّيْخُ ابْنُ بَرٍ وَابْنُ عَن  
آخِرِهِمْ غَيْرُ يَحْيَى بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ هُوَ شَيْخٌ أَهْلُ الْمَدِينَةِ سَكَنَ  
مِصْرًا وَلَمْ يُذَكِّرْ يَحْيَى قَالَ الذَّهَبِيُّ فِي تَلْخِيصِهِ صَحِيحٌ وَيَحْيَى  
لَمْ يُذَكِّرْ بِمَجْرَجٍ۔ خلاصہ اسماء الرجال میں ہے۔

وَقَدْ رَأَى ابْنُ حَبَّانَ وَالْحَاكِمُ

تہذیب اور میزان میں ہے۔ یکتب حدیثاً

میزان میں ابن حبان کا توثیق کرنا نیز مذکور ہے۔ یحییٰ بن ابی سلیمان  
منزوک نہیں امام بخاری نے منکر الحدیث اپنی ضعفاء صغیر میں ضرور لکھا  
ہے مگر اس کو تاریخ کبیر میں برابر ذکر کیا ہے۔ مگر کسی قسم کی جرح نہیں کی  
امام بخاری نے ان سے خلق افعال العباد میں برابر روایت کی ہے۔



آخر کوئی راز تو ضرور ہی ہے بھلا جو مجہول وغیرہ کہے اور پھر اس سے روایت بھی کرے۔ آخر کس منہ سے سوچنا چاہیے۔

امام ابو داؤد و سنائی ترمذی نے بھی اس سے روایت بیان کی ہے۔  
 امام ابو داؤد نے نو ان کی حدیث پر سکوت ہی کیا۔ انہوں نے تو کیا ہی تھا مگر  
 منذری نے بھی کیا۔ فرمایا ہے آپ اس سے کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔ اگر یہ راوی  
 روایت کے قابل نہیں تھا تو امام بخاری نے اس سے استناد کیوں کیا  
 بیان کی ابو داؤد اور منذری نے کیوں سکوت کیا خطابی نے معاملہ میں امام  
 ابو داؤد سے بیان کیا ہے۔ ”ما ذکرْتُ فی کتابی حَدِیثًا اجتمع الناس علی  
 ترکہا“ امام منذری نے ابن مندہ سے بیان کیا ہے۔

”شَرَطَ ابْنُ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ اخْرَاجَ أَحَادِيثِ اقْوَامٍ لَمْ يَجْمَعْ  
 عَلَی تَرْكِہِمُ“ امام ابو داؤد نے خود اپنے رسالہ اہل مکہ میں لکھا ہے وَلَیْسَ  
 فِی کِتَابِ السُّنَنِ الذِّی صَنَعْتُ عَنْ رَجُلٍ مَّتْرُوكٍ الْحَدِیثُ شَیْءٌ  
 اور فرماتے ہیں وَمَا لَمْ اَذْکُرْ خِیْرًا شَیْئًا فَهُوَ صَالِحٌ

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ متروک الحدیث سے روایت ہی نہیں  
 کرتے۔ اگر حدیث ضعیف ہوتی ہے تو برابر واضح کر دیتے ہیں اور جس حدیث  
 میں آپ سکوت اختیار کر لیتے ہیں وہ صالح للاحتجاج اور قابل عمل ہوتی  
 ہے۔ منذری نے کہا بلکہ میں بھی جس پر سکوت اختیار کر دوں یہ حدیث بھی

ایسی ہی ہے کہ جس پر دونوں ہی نے سکوت کیا ہے۔ حاکم نے تو اس کی تصحیح تک کی۔

امام ذہبی امام الجرح والتعديل نے بھی حاکم کی تصحیح کو برقرار رکھا اور مرسل صحیح سے بھی اس کی تائید ثبوت کو پہنچ چکی۔ اس کی حدیث میں لفظ الرُّكْعَتَا کا وارد ہے شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں۔ یہاں (حدیث ابی داؤد میں) رکعت کے معنی رکوع کے لینا سراسر غلط ہے۔ میں کہتا ہوں یہ کہنا ہی سراسر غلط ہے۔ اس مرسل صحابی کی روایت نے فیصلہ کر دیا کہ رکعت رکوع کے معنی میں ہے اس جگہ احادیث نبویہ میں رکعت بمعنی رکوع صحابہ کرام کے محاورات سے برابر ثابت ہے شیخ الحدیث صاحب بخاری شریف ہاتھ میں لیجئے اور دیکھئے۔

فَلَمَّا رَفَعَ سِرَّ اسْمَا مِنْ الرُّكْعَتَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ  
بروایت رفاہ باب افضل اللہم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ صحیح مسلم شریف ملاحظہ ہو ہمارے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فَوَجَدْتُ قِيَامًا وَرُكْعَةً وَاعْتَدَا  
لَهُ بَعْدَ الرُّكْعَتَيْنِ صحیح بخاری و مسلم عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے  
”فَصَلَّى أَرْبَعَ رُكْعَاتٍ فِي رُكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعِ سَجْدَاتٍ“ صحیح مسلم عن  
جابر فَصَلَّى بِالنَّاسِ سِتًّا رُكْعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجْدَاتٍ حضرت علی وغیرہ  
سے صحیح مسلم میں ہے ثَمَانُ رُكْعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجْدَاتٍ صحیح بخاری



عبداللہ بن عمرو سے ”رُكْعَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ“ اور بھی بہت سے مقامات ہیں صحیحین اور سنن اربعہ میں آپ تو ماثار الشیخ الحدیث ہی بنے ہوئے ہیں۔ حدیث مدرک رکوع میں قرینہ کی نفی کرنی تساہل یا تجاہل عارفانہ سے خالی نہیں۔ کیا ابو داؤد کی روایت میں اس کے مقابل سجدہ کا ذکر نہیں دیگر مراسیل اس کی مؤید نہیں۔

کیا صحیح ابن خزمیہ کی روایت اس حدیث میں قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ الْإِمَامُ صَلَاتَهُ قرینہ نہیں۔ ابن کثیر نے یہ بن ثابت کا فتویٰ کافیا بقولہ مَنْ أَدْرَكَ مَا قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ فَقَدْ أَدْرَكَ السَّجْدَةَ موطا رواہ امام بیہقی صفحہ ۹۰ جلد ۲ اس کے لئے تفسیر یہ نہیں۔

ایک لفظ میں ابن عمر سے یوں کیا ہے  
”مَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ رَاكِعًا قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ الْإِمَامُ رَأْسَهُ فَقَدْ أَدْرَكَ تِلْكَ الرُّكْعَةَ“ حضرت علی کا ارشاد ”لَا يُعْتَدُ بِالسُّجُودِ إِذَا لَمْ يُدْرِكِ الرُّكُوعُ“ ابن مسعود کا فرمایا۔  
إِذَا لَمْ يُدْرِكِ الرُّكُوعَ فَلَا يُعْتَدُ بِالسُّجُودِ“

کیا مرفوع کے مؤیدات نہیں۔ حافظہ ابن حجر عسقلانی ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کے پاس صحیح ابن خزمیہ کی عبادات کا حصہ موجود تھا۔ ان کا چشم دید حصہ سے آپ اپنی کتاب شہور تلخیص الجہیر صفحہ ۲۴ جلد میں فرماتے ہیں

”قُلْتُ وَرَاجَعْتُ صَاحِبَ ابْنِ خَزِيمَةَ فَوَجَدْتُهَا أَخْرَجَ عَنْ  
 ابْنِ هُرَيْرَةَ مَنْ أَدْرَكَ رُكْعَتَيْنِ مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا قَبْلَ أَنْ  
 يُقِيمَ الرَّحْمَاصُ صُلْبَهُ وَتَرْجِعَ لَهُ ذِكْرُ الْوَقْتِ الَّذِي يَكُونُ فِيهِ  
 الْمَأْمُومُ مُدْرِكًا لِلرُّكْعَتَيْنِ إِذَا رَكَعَ إِمَامًا قَبْلُ وَهَذَا مُغَايِرٌ  
 لِمَا نَقَلُوهُ عَنْهُ وَيُؤَيِّدُ ذَلِكَ أَنَّهُ تَرْجَعُ بَعْدَ ذَلِكَ بَابُ  
 إِدْرَاكِ الْإِمَامِ سَلْعِدًا وَالْمُرِيءُ بِالْحَدِّ آئِيهِ مِنَ السُّجُودِ وَأَنْ  
 لَا يُعْتَدَبَ إِذَا الْمُدْرِكُ لِلتَّحِيَّةِ إِنَّمَا يَكُونُ بِإِدْرَاكِ الرَّكْعَةِ  
 قَبْلَهَا وَأَخْرَجَ فِيهِ حَدِيثًا آيضًا مَرْفُوعًا إِذِ اجْتَمَعُوا وَنَحْنُ  
 سُجُودٌ فَاسْجُدُوا وَلَا تَعُدُّوْهَا شَيْئًا وَمَنْ أَدْرَكَ التَّحِيَّةَ  
 فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ -

یعنی میں نے بذات خود صحیح ابن خزمیہ کو بلا حطہ کیا۔ انھوں نے ابو ہریرہ  
 کی حدیث ”مَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ“ یعنی جس نے نماز کا رکوع پایا اس نے وہ رکعت  
 پائی۔ اس صورت میں پایا ہو کہ ہنوز امام نے رکوع سے اپنی پشت کو سیدھا  
 نہ کیا ہو اور امام ابن خزمیہ نے اس وقت بھی تعیین فرمادی کہ جس میں رکعت  
 مل جاتی ہے اور وہ امام کے رکوع کا وقت ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں بعد اس کلام امام ابن خزمیہ کے کہ یہ ان کلام  
 بالکل خلاف ہے اس کلام کے جو ان سے نقل کرتے ہیں۔ یعنی رکوع ملنے



سے رکعت نہ پانے کا۔

پھر فرماتے ہیں امام ابن خزمیہ کے رکوع ملنے سے رکعت ہو جانیکے کلام کی تائید ان کی صحیح کا وہ مضمون بھی کر رہا ہے کہ انھوں نے اس کے بعد یوں دوسری سُرخ قاتم فرمائی بَابُ إِذَا رَأَى الْإِمَامُ سَاجِدًا وَالْمُزْبِلَ قَبْلَهُ فِي السُّجُودِ وَأَنْ لَا يُعْتَدَّ بِهِ إِذَا الْمُدْرِكُ لِلتَّحِيَّةِ إِنَّهُ لَا يَكُونُ بِإِذَا رَأَى الرَّكُوعَ قَبْلَهَا“ ابن باب ہے امام کو سجدے میں پانے اور سجدے میں اسکی اقتدار کرنے اور اسے شمار میں نہ لینے کا، اس لئے کہ رکعت تو رکوع کے پانے سے ملا کرتی ہے۔ جب تک سجدے سے پہلے رکوع نہ ملے اس سجدے کا کچھ اعتبار نہیں، رکوع ملنے پر سجدے کا بھی شمار ہوتا ہے والا نہیں۔

پھر اس میں ابو داؤد والی، ابو یوسف والی روایت مرفوع بیان کی وہ یہ ہے حافظ ابن حجر عسقلانی کا امام ابن خزمیہ کی کتاب صحیح ابن خزمیہ سے نقل کرنا من وعنا جس سے وہ امام ابن خزمیہ کی بات جو شمار نہ کرنے میں نقل کرتے ہیں غلط ثابت ہوئی حالانکہ حافظ خود اپنی کتاب فتح الباری کے صفحہ ۹۹ جلد ۲ میں ابن خزمیہ سے امام نووی اور رافعی کی تقلید میں اس غلط کلام کو نقل کر چکے ہیں اس نقل کے بعد انھوں نے اصل کتاب کی مراجعت کی تب انہیں لوگوں کی غلطی کا علم ہوا جس کی طرف انھوں نے خود اپنی تلخیص میں اظہار کیا۔ اس میں کسی کی بھی تنقیص نہیں، بلکہ یہ تو بین ان کی دیانت داری کا پر تو ہے۔

ابن تیمیہ حرانی اپنی منتفی میں اسی حدیث ابو ہریرہ پر اس طرح سُرخِ قائم کرتے ہیں ”بَابُ الْمُسْبُوقِ يَدْخُلُ مَعَ الْإِمَامِ عَلَى أَيْ حَالٍ كَانَ وَلَا يَعْتَدُ بِرُكْعَتَيْهِ يَدْخُلُ بِرُكُوعِهَا۔“

خطیب بغدادی کی کتاب ”المتفق والمُفترق“ سے بروایت عبد الرحمن بن عوف کنز العمال صفحہ ۱۳، جلد ۴ میں قولی حدیث اس طرح وارد ہے: ”مَنْ أَدْرَكَ السُّجُودَ فَلَيْسَ جَدًّا وَلَا يَعْتَدُ بِهِ وَمَنْ أَدْرَكَتْ خَلِيلُكَ وَ لِيَحْتَسِبَ بِهَا“ یعنی سجدہ ملے تو اسے شمار نہ کرے۔ رکوع میں پاوے تو رکوع کرے اور اسے شمار کرے۔ اس کی سند مجھے معلوم نہیں ہوئی مگر شواہدات میں کوئی حرج نہیں۔ یہ بھی مؤیدات کی صف میں شمار ہو سکتی ہے ابو ہریرہ کی روایت کو تقویۃً برابر پہنچ سکتی ہے۔

ہمارے شیخ الحدیث صاحب صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں نیز خود ابو ہریرہ جو اس حدیث کے راوی بیان کیے جاتے ہیں ان کا فتویٰ ہے۔

”سَمِعْتُ ابْنَ هُرَيْرَةَ مِنْ أَدْرَاكِ فِي الرُّكُوعِ فَلْيُرْكَعْ مَعًا وَلْيَعْتَدِ الرُّكْعَةَ رَوَاةُ الْبُخَارِيِّ فِي جُزْءِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ۔“

کیا میں مولانا شیخ الحدیث سے کہہ سکتا ہوں، یہ حدیث آپ نے ابو ہریرہ کی کس کتاب سے نقل کی ہے۔ مجھے قطعاً یقین ہے کہ آپ نے یہ امام بخاری کی عین جزء القراءة سے تو نقل نہیں کی ہے۔ اگر واقعی اصلی کتاب سے نقل کی ہے



تو آپ براہ نوازش اس حدیث کا حوالہ مع صفحہ کتاب کسی مصنف کے سامنے پیش کر کے منہ مانگا انعام حاصل کر لیں۔ کیا آپ کا قدم اٹھنے کی ہمیں توقع ہے۔ مولانا یہ حدیث آپ نے تلخیص کے متن رافعی کبیر کی شرح سے نقل کی ہے۔ حافظ نے ابو ہریرہؓ کے اپنے الفاظ جو جزء القراءة میں ہیں از خود بیان کر دیئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

”قَالَ إِذَا أَدْرَمَكُمُ الْقَوْمُ رُكُوعًا لَمْ تَعْتَدُوا بِتِلْكَ الرُّكْعَةِ“  
 حافظ فرماتے ہیں ”هَذَا أَهْوَاُ الْمَعْرُوفِ مَوْقُوفٌ وَأَمَّا الْمَرْفُوعُ فَلَا أَصْلَ لَهَا“ یعنی ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جب تو قوم کو رکوع میں پاوے تو یہ رکعت شمار نہ ہوگی مشہور نزول ابو ہریرہؓ کا تو یہی ہے۔ اس کو بعض نے مرفوع بنا دیا ہے مگر اس کی کوئی اصل نہیں۔ امام بخاریؒ نے اس مقولہ کو باسند جزء القراءة کے اخیر باب مِنْ قَرَأَ فِي سَكَنَاتِ الْإِمَامِ میں بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک معقل بن مالک ضعیف منکر الحدیث اور محمد بن اسحق مدلس کی روایت عَنْ سے کیا وقعت رکھتی ہے۔ وہ تو شیخ الحدیث ہی سمجھ سکتے ہیں۔ علمائے اہل حدیث سے تو مخفی ہی نہیں، اسے معرض استدلال میں پیش کرنا قابل غور ہے۔ انھیں ابو ہریرہؓ کا دوسرا مقولہ اسی سند سے اسی جزء القراءة ”بَابُ هَلْ يَقْرَأُ بِأَكْثَرٍ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ میں ملاحظہ ہو، بلکہ فتویٰ ان کا، آپ فرماتے ہیں ”لَا حَيْزُ لِكَ لَا أَنْ تَدْرِكَ قَائِمًا“

دوسرے لفظوں میں یوں فرماتے ہیں۔ ”لَا يُجْزِيكَ إِلَّا أَنْ تُدْرِكَ  
 الْإِمَامَ قَائِمًا قَبْلَ أَنْ يَرْكَعَ“، ایک لفظ میں ہے لَا تَعْتَدُ بِهَا حَتَّى  
 تُدْرِكَ الْإِمَامَ قَائِمًا، یعنی صرف رکوع میں ہی شامل ہونا رکعت کے لئے  
 کافی نہیں بلکہ قیام کو قیام کی حالت میں پالینا ضروری ہے۔ رکوع سے قبل  
 امام کا کچھ حصہ قیام میں بھی پانا چاہیے، تب رکوع کا رکعت ملنے میں اعتبار  
 ہوگا۔ اگر امام کے قیام کو رکوع سے قبل نہ پایا اور صرف رکوع امام ہی کو پایا  
 تو وہ رکعت کافی نہیں ہوگی۔ ان ہی ابو ہریرہؓ کا دوسرا مقولہ جسے امام مالک  
 رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موطا میں روایت کیا ہے دیکھو عون المعبود صفحہ ۳۳۵  
 جلد ۱ ”أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ مَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ  
 السَّجْدَةَ، وَمَنْ قَامَتْ قُرْآنُهُ أَمَرَ الْقُرْآنَ فَقَدْ قَامَتْ خَيْرٌ كَثِيرٌ“  
 موطا امام محمد کے الفاظ

”إِذَا قَامَتْكَ الرَّكْعَةُ قَامَتْكَ السَّجْدَةُ“

یعنی جس نے رکوع پایا، اُس نے رکعت پائی، جس کی سورہ فاتحہ اس  
 حال میں فوت ہوئی، اس میں شک نہیں کہ ایک خیر کثیر فوت ہوئی  
 مگر رکعت ہو گئی۔ یہ ہے خلاصہ اس کا یہ مقولہ موطا رکاہے۔ جوامع الکتاب  
 شمار کی جاتی ہے قبل وجود صحیح امام الائمہ بخاریؒ بھلا جزر القراءۃ کی روایت  
 اس روایت کا مقابلہ کہیں کر سکتی ہے۔ تاہم ان کے ان تمام اقوالوں میں



تعارض و تضاد ہی نہیں۔ البتہ اگر وہ مقولہ جسے ہمارے شیخ الحدیث نے نقل کیا ہے کہیں دستیاب ہو جاتا تو البتہ کچھ تعارض پیدا کرنا مگر وہ تو گونہ شتر سے غالباً کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا۔ چونکہ ان لفظوں سے اس کا تو وجود ہی نہیں اگر ہمارے شیخ الحدیث اپنے خود قراءہ داد لقب کی لاج رکھتے ہوئے کہیں سے باسند پیدا کر دیں تو کچھ بعید نہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رکعت کے انکاری نہیں، ہاں یہ کچھ قیام کے حصہ کے پائے کی البتہ ضرور قید لگاتے ہیں جو مضر نہیں۔ اس کے لئے قرآن فاتحہ شرط نہیں لگاتے، بلکہ اس فوت کو خیر کثیر کے فوت سے تعبیر کرتے ہیں۔ بھہمارے شیخ الحدیث یاد رکھیں جن ائمہ نے مدرک رکوع کو مدرک قراءہ دریا ہے، وہ حنفیہ کی طرح مؤلین نہیں۔ حنفیہ کو وقت ملتا ہے تاہم عمدہ خاموش حُکمِ کفر کی طرح کھڑے رہتے ہیں۔ اپنے امام کی ضد میں ہمارے یہ ائمہ اس طرح نہیں سینے۔ امام بیہقی صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں۔

وَالْقَدْرَ الَّذِي يَأْتِي بِهِ مِنَ الْقِيَامِ لِلتَّكْبِيرِ لَيْسَ هُوَ بِالْقِيَامِ  
الَّذِي هُوَ مَحَلُّ الْقِرَاءَةِ "اور فرماتے ہیں وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ إِذَا  
أَدْرَكَكَ فِي الرَّكُوعِ فَلَمْ يُدْرِكَ مَحَلُّ الْقِرَاءَةِ فَلَمْ تَلْزَمْهُ  
الْقِرَاءَةُ وَإِذَا أَدْرَكَكَ فِي الْقِيَامِ فَقَدْ أَدْرَكَكَ مَحَلُّ الْقِرَاءَةِ  
فَلَمْ تَلْزَمْهُ الْقِرَاءَةُ "صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں وَلَا يَدْخُلُ

سُقُوطُ الْقِرَاءَةِ عَنِ الْمَأْمُومِ بِإِذْنِكَ الرَّكُوعِ إِلَى مَا قُلْنَا كَلَامَاتٍ  
 ذَالِكِ تُرْخِصَتْ وَرَدَّ بِهَا الشَّرْحُ " امام کو رکوع میں پانا مدرک  
 محل قراءۃ نہیں کہ جس سے قراءۃ اُس پر لازم ہو البتہ قیام طویل پائے تو  
 براہِ راست محل قراءۃ پالیا۔ اس پر قراءۃ لازم ہے۔ رکوع کے پانے والے سے  
 قراءۃ کا فوت ہونا خیر کثیر کا فوت ہونا ہے۔ چونکہ شرع میں اس کی رخصت  
 وارد ہے۔ اس پر احناف یا عدم قرأت کے قائلین کو کسی حال میں دلیل  
 پکڑنے کی گنجائش اور جائز نہیں کہ اس پر وہ قیاس کریں۔ امام بیہقی نے  
 بالوجہ الاثم اس کی تردید کر دی ہے یہ کہنا عدم قائلین سورہ فاتحہ ہی اس  
 کے قائل ہیں محض عذر بار دہے۔

امام شافعی کی ہستی سب سے اول واقع ہوئی ہے جس نے حنفیہ کا  
 خوب ہی ڈٹ کر اس امر میں مقابلہ کیا، اس لئے کہ یہ تو رکن صلاۃ سے قرأت  
 فاتحہ کو کہتے تھے۔ مگر ان ہی کی ہستی تھی کہ اس نہ لازل قلاقل کے ہوتے ہوئے  
 بھی وہ اپنے مسلک سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔ امام بخاری کے فرمان  
 صفحہ ۳۴ بَابُ وَجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ جُزْءُ الْقِرَاءَةِ كَوُغُورِ  
 ملاحظہ کریں۔ امام ممدوح فرماتے ہیں۔ وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ إِجْمَاعًا لَكَانَ  
 هَذَا الْمَذْهَبُ الرَّكُوعُ مُسْتَثْنًى مِنَ الْجُمْلَةِ مَعَ أَنَّ لَا إِجْمَاعَ  
 فِيهِ " یعنی اگر مدرک رکوع پر اجماع ہو تو یہ اس عموم سے مستثنیٰ ہوگا۔



مگر اس میں اجماع نہیں۔ امام بخاریؒ آپ لوگوں کی طرح بالکلیہ طور پر انکار نہیں کرتے، بلکہ آپ فرماتے ہیں۔ اگر مدرک رکوع پر اجماع ہے تو برابر یہ مسئلہ ہوگا۔ گویا اجماع اس عموم کو خالص ضرور کرتا ہے۔ امام بیہقی نے صاف فرما دیا لَاقَ ذَٰلِكَ رُخْصَةً وَرَدَّ بِهَا الشَّرْعُ“

ہم اس لئے اس کے قائل ہوتے ہیں کہ اس کی رخصت شرع سے وارد ہوتی ہے یہ کوئی ہماری ذاتی رائے نہیں۔ ہاں عون المعبود وغیرہ سے گزر چکا کہ یہی مسلک جمہور سلف و خلف اور جمہور فقہا کا ہے۔ کیا استثنا کے لئے ہنوز کافی نہیں ہوگا۔ اجماع تو مختص ہو جاوے اور نصوص مختص نہ ہو۔ مان لیا جاوے کہ روایت ضعیف ہے مگر جمہور سلف و خلف کے عمل درآمد سے بھی تقویت نہیں حاصل ہو سکتی ناسخ منسوخ حاذمی مطبوعہ حیدرآباد قدیم صفحہ ۱ میں ہے ”الْوَجْهُ الثَّانِي وَالثَّلَاثُونَ فِي تَرْجِيهِ الْاِخْبَارِ اَنْ يَكُوْنَ مَعَ اِحْدَى الْحَدِيثَيْنِ عَمَلُ الْاُمَمِ ثُوْنُ الْاٰخِرِ“ امام بخاریؒ کی صحیح میں برعکس جُزء القراءة ہے جو اس مسلک جمہور کی ترجیح پر دال ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ کو اس مسئلہ میں بہت کچھ اخطراب رہا مگر آخر الامر اسی مسلک جمہور ہی کی طرف رجحان کیا۔ علامہ عون المعبود کے مؤلف صفحہ ۲۲ جلد ۱ میں فرماتے ہیں وَ اَنْتَ رَاَيْتَ كَلَامَ الْعَلَمَةِ مَدِي الشُّوْكَانِي فِي بَيْلِ الْاَوْطَارِ اَنْتَا رَجَعْتَ مِنْ هَبْ

مَرْنِ يَقُولُ اِخ. یعنی تم نے دیکھا ہے کہ امام شوکانی نے نبیل میں عدم  
 اعتداد کو ترجیح دی اور خوب بسط سے اس امر میں کلام کیا اور جمہور قائلین  
 کے اولہ کا بھی جواب دیا۔ بعد ازیں علامہ شوکانی نے فتح الربانی فی الفتاویٰ  
 الشوکانی میں اس کے برعکس تحقیق پیش کی اور جمہور کے مذہب کو ترجیح  
 دی چنانچہ ان کی عبارت بلا تلخیص اور اختصار یہ ہے۔ پھر ان کی اصلی عبارت  
 عون میں نقل کی ہم اس کا ترجمہ ملخص لکھتے ہیں۔ اصل عبارت عون المعبود  
 میں اور فتاویٰ نور العین صفحہ ۱۴۵ میں ہے ہمیں عبارت کے ذکر سے  
 طرالت کا خوف ہے۔ لہذا ان دونوں کتابوں میں اصل امام شوکانی کی  
 عبارت ملاحظہ فرما سکتے ہیں شیخ حسین بن محسن الصاری محدث یمن  
 اس کے اخیر صفحہ ۱۴۸ میں فرماتے ہیں امام شوکانی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں  
 چار سوال و جواب لکھے ہیں مگر یہ سب میں اخیر ہے اور اسی سے وہ راضی بھی  
 ہوئے۔ بعد تسمیہ لکھتے ہیں: ”مَا قَوْلُ سَادَاتِنَا عُلَمَاءِ الْاِسْلَامِ“ یعنی  
 ہمارے سربراہ اور وہ علماء اسلام کیا فرماتے ہیں اس بارے میں کہ ام القرآن  
 (سورہ فاتحہ) جو امام کے ساتھ آکر ملا رکوع میں اس پر واجب ہے اور  
 اسے بعد سلام امام، رکعت دہرائی چاہیے کیونکہ اس سے قیام اور قرآۃ  
 بلفجائے حدیث صحیحین فَمَا اُذْرَکُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَانْتَمُوا ایک  
 روایت ہیں فَاَقْضُوا ضروری ہے جیسا کہ اس کے مجموعہ سے صاحب

بدلتھام شارح بلوغ المرام نے استدلال کیا ہے۔ اور طبرانی کی وہ زیادتی جو ابو بکر کی روایت میں کی ہے موافقت کرتی ہے صَلِّ مَا أَدْرَكْتَ وَأَقْضِ مَا سَبَقَكَ يامدک رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے اگرچہ اسے قرآن ام القرآن کا موقع نہ ملا ہو بمقتضیٰ ابن خزیمہ کی حدیث قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ صَلَاتَهُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا کے امام ابن خزیمہ نے ادراک کے وقت کی تعیین بھی اپنی صحیح میں کر دی ہے۔ سائل کو مزید تردد حاصل ہے لہذا نسلی و تشفی بخش افادہ فرمائیں۔ جَزَاكُمْ اللَّهُ خَيْرًا عَنِ الْمُسْلِمِينَ وَأَفْضَلَ الْجَزَاءِ لَكُمْ۔ اس کے بعد آپ کا جواب تحریر فرماتے ہیں۔ بایں اسلوباً قَدْ تَقَرَّرَ بِالْإِدْلَالِ الصَّحِيحَةِ اس میں شک نہیں کہ اولہ صحیحہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں فرض ہے پھر علی پر خواہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا۔

اس جگہ ہمارے شیخ الحدیث کے طرز جواب کو بھی ملاحظہ فرمائیں آپ ص ۲ میں ایک انوکھی بات من گھڑت کا اضافہ فرماتے ہیں منفرد کے بعد لفظ مد رک رکوع دیکھ لیا۔ امام اور منفرد کا حکم تو ظاہر ہے را مقتدی کا حکم سو حدیث میں بجز سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کی مانعت وارد ہوئی ہے اور یہ نہر مایا کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

صلاة المستیٰ کی روایت میں ہے يَكْذِبُ إِلَهُ فِي كُلِّ رَكْعَاتِهِ



فَاعْمَلْ بَعْدَ أَنْ عَلَّمَهُ الْقِرَآتِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“

آپ نے اسے سورۃ فاتحہ کی تعلیم کے بعد فرمایا کہ تو اسے اپنی ہر رکعت میں کرنا۔ ماصیل یہ ہے کہ دلائل صریح ہیں اس امر میں بلا سورۃ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی گو بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت فاتحہ ایک مرتبہ پوری نماز پڑھ لینا کافی ہو سکتا ہے۔ مگر دلائل ہر رکعت میں پڑھنے کے واضح طور پر موجود ہیں۔ جب یہ باتیں ثابت ہو چکیں، اب تم جان لو کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنے والا امام کو جس حال میں پاوے امام ہی کی طرح کرے۔ جو آدمی اس حال میں پہنچے کہ آخری قیام میں ہے۔ اُسے چاہیے کہ اسی حال میں شامل ہو جائے۔ اس کے ہمراہ جب امام رکوع میں بیٹھا جائے، اس مقتدی کی تکبیر کہنے کے بعد اب اسے امام کی اقتدار متابعت کا حکم ہے۔ ارشاد ہوا۔ وَ اِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا جِیسا کہ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَحَرَبَہُ میں ثابت ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اب اگر مقتدی ٹھہرا رہے رکوع سے امام کے رکوع کے بعد اور پڑھتا شروع کر دے تو یہ مقتدی متابعت کے حکم کا مخالف ہو گا۔ اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اسے امام کی متابعت میں رکوع ہی کرنا چاہیے۔ پھر حدیث منْ اَدْرَاكَ مَعَ الْاِمَامِ رَكَعَةً قَبْلَ اَنْ يُقِيْمَ صَلَاتَهُ فَقَدْ اَدْرَكَہَا سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ جس نے امام کے ساتھ

رکوع پایا، امام کے پشت اٹھانے سے پہلے تو اسے وہ رکعت مل گئی  
 اور یہ داخل ہونے والا یہ ملنے والا امام کے ساتھ جسے سورہ فاتحہ کا  
 وقت ہی نہیں ملا تھا۔ برابر اسے صرف رکوع ملنے کی بنا پر رکعت  
 مل گئی۔ اس سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ "إِنَّ مَثَلَ هَذِهِ الْحَالَةِ مُخَصَّصَةٌ  
 الخ یہ صورت عموم ایجاب قرآن سورہ فاتحہ ہر رکعت سے خاص ہے  
 اس کی کوئی وجہ ہی نہیں کہ پڑھ کر ہی داخل ہو یعنی پڑھ کر رکوع میں  
 جائے اور نہ ہی یوں کہنے کی اس سے مراد ادراک کامل مراد ہے اور وہ  
 بلا سورہ فاتحہ کے حاصل نہیں کی کوئی وجہ معقول ہے۔ اس لئے  
 کہ اس طرح کہنے میں حدیث ادراک الامام قبل ان یقیناً الامام  
 صلیب کو مہل بنادینا لازم آتا ہے اس لئے کہ اس کا ظاہر بلکہ اس کا  
 صریح تو یہی ہے کہ مقتدی جب امام کی طرف رکوع کے وقت پہنچا  
 تو وہ تجھیر کہے اور شامل ہو جائے۔ یہ امام کی پشت اٹھانے سے قبل  
 ہو۔ اس کی رکعت ہو گئی۔ اگرچہ ایک حرف بھی اس نے نہیں پڑھا  
 فاتحہ سے یہ وہ پہلی بات ہے کہ جس میں شکوک و شبہات ہوتے ہیں۔  
 وجہ اس کی یہ ہے کہ مقتدی جب آیا امام رکوع کر رہا ہو، یا امام کے  
 خیر قیام میں جو رکوع سے متصل تھا، اب وہ قرآن میں مشغول ہوا  
 اور پھر رکوع امام کے ہمراہ ملنے کا ارادہ رکھے۔ بعض دفعہ تو وہ پہنچ

ہی نہیں سکتا۔ بلکہ امام سر اٹھا بھی لیتا ہے۔ اکثر اوقات میں اس حیثیت سے وہ حدیث ابن خزمیہ کو بالکل مہمل کر دیتا ہے۔ یہ حدیث بے کار ہو جاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ امام کی متابعت اور اقتداء والی حدیثوں کا خلاف کرنے والا ہو جاتا ہے اس لئے کہ رکوع اسے کرنا واجب تھا، امام کے رکوع کی بنا پر اب وہ سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کر دے اور ختم تک ٹھیرا رہے۔ تو یہ امام کی مخالفت کرنے والا ہوا امام کی اقتداء اس پر واجب تھی اور مخالفت حرام جس کا اس نے ارتکاب کیا۔ تیسری بات یہ ہے کہ رسول صلعم کا ارشاد ہے کہ امام کو جس حال میں پائے اسی حال میں ہو جائے یہ صریح طریقہ سے اس حال میں ہونے کو اس پر لازم کرتا ہے۔ اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ امام کو جس طرح پایا ہے اس طرح نہیں کیا۔ لہذا اس نے اس حکم کا خلاف کیا جس کا کرنا اس پر لازم اور واجب تھا، اور مخالفت حرام۔

امام شوکانی فرماتے ہیں۔ جب تمہیں اس مقتدی لاحق پر سورہ فاتحہ کے وجوب کے مفاسد معلوم ہو گئے جس کی بنا پر تین صحیح سنتوں کا خلاف کرنا ثابت ہوا جس طرح ہم نے تمہارے لئے واضح کر دیا ہے تَقَرَّرَ لَكَ اَنْجِ تمہارے لئے ثابت ہو گیا کہ حق وہی ہے کہ جسے ہم نے تمہارے سے پہلے بیان کیا ہے کہ یہ حالت جو مقتدی کے



لئے واقع ہوئی ہے رکوع یا رکوع کے قریب ملنے کی ایجاب سورہ فاتحہ  
 ہر صلی سے مخصوص ہے۔ اس ہمارے بیان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے  
 کہ جس میں وارد ہے ”مَنْ أَدْرَكَ الْإِمَامَ سَاجِدًا فَلْيُسَّجِدْ  
 مَعَهُ وَلَا يَعْتَدُ ذَلِكَ شَيْئًا“ جو امام کو سجدہ میں پائے بس اس  
 کے ہمراہ سجدہ میں چلا جاوے مگر اسے کچھ شمار نہ کرے۔ یہ دلالت کرتا  
 ہے کہ ”مَنْ أَدْرَكَ كَمَا رَأَيْكَ يَعْتَدُ بِتِلْكَ السَّرْكَعَاتِ“ جس نے  
 امام کو رکوع میں پایادہ اس رکعت کو شمار کر لے اور یہ حدیث  
 ”قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ صَلَاتَهُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا“ یعنی امام کو پشت  
 اٹھانے کے قبل پائے تو اس نے وہ رکعت پالی چوتھی بات تصور کرے  
 یعنی نہ شمار کرنے والا اس کا مخالف ہوگا

امام شوکانی کا حبط اور تردد اور شکوک اور وساوس ہی ہیں۔  
 جنہیں علامہ موصوف نے نیل میں جمہور کی تردید میں ظاہر کیا تھا۔ نیل  
 اس سے قبل کی تالیف شدہ ہے بالاتفاق۔ نیز دیگر سوالات کے جوابات  
 میں بھی شیخ حسین بن النصار ہی محدث ہیں امام محمد روح رح  
 نے چار سوالات کے جوابات لکھے ہیں۔ یہ جواب سب سے اخیر کل ہے اور  
 اسی جواب سے علامہ محمد روح راضی ہوئے ملاحظہ ہو عون المعبود  
 صفحہ ۳۳۲ جلد ۱۔ اور فتاویٰ نور العین صفحہ ۱۴۸ جلد ۱ ہیں۔

اب میں اپنے شیخ الحدیث صاحب سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ  
امام شوکانی رحمۃ اللہ کو کیا حنفیہ کی طرح خلافت و رزی احادیث کے کرنے  
والوں کی صف میں شمار کریں گے؟ اور انہیں بھی آپ یہی فرمائیں گے  
کہ اسی طرح بعض مدعیان اہل حدیث بھی مدرک رکوع کی رکعت  
ہو جانے پر اڑتے ہوئے ہیں۔

امام شوکانی نے اس میں شک نہیں ہر ایک پہلو سے تسلی بخش  
کلام کیا ہے انہیں بھی بڑے بڑے پہاڑ عائل ضرور ہوئے تھے قسم قسم  
کے توہمات و تشکیکات اور وساوس اور خبط کا سامنا ضرور ہی کرنا پڑا۔  
آخر الامر یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ یہ صورت عموم ایجاب قرآنہ فاتحہ کہ جسے  
ہمارے شیخ الحدیث اچھا ملتے اور پیاراوں سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اس  
سے مستثنیٰ اور مخصوص ہے۔ عموم اور خصوص میں تعارض نہیں ہوا کرتا۔  
رہا ہمارے بعض معترضین کا یہ کہنا یہ تو ان لوگوں کے نزدیک ہے کہ  
جن کے نزدیک خلف الامام قرأت جائز نہیں۔ مگر یہ عذر بھی عذر بار دہ ہے۔  
کیا امام شافعی سورہ فاتحہ کی رکعت کے قائل نہیں؟ امام بیہقی  
جنہوں نے قرآنہ خلف الامام کے ثبوت میں ایک مستقل کتاب تالیف  
فرما کر مخالفین کے دانت ترش کر دیئے۔ اور پھر یہ رکوع میں ملنے سے  
رکعت کے پانے کے کیوں قائل ہیں؟

کچھ نویشہ سوچئے اور صحابہ میں انھیں صحابہ کو بتایا جاتا ہے۔ اس مسلک کے قائلین جو کہ قرأت خلف الامام کے روانہ رکھنے والے بتائے جاتے ہیں جیسے ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابن عمر اور جو اس کے قائل ہیں وہ اس کے شمار کے قائل نہیں۔

”سینے تفسیر نیشاپوری صفحہ ۸۱ جلد ۱ مع ابن حبریر ملاحظہ ہو۔“  
 ”الْبَحْثُ السَّابِعُ مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ أَنَّ الْفَاتِحَةَ وَاجِبٌ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ فَإِنْ تَرَكَهَا فِي رُكْعَةٍ بَطُلَتْ صَلَاتُهُ وَبِهِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَمُعَظَّمُ الصَّحَابَةِ إِلَّا نَسَا صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُهَا فِي كُلِّ رُكْعَةٍ الْخ  
 یعنی ساتویں بحث فاتحہ کی امام شافعی کا مذہب ہے کہ فاتحہ ہر رکعت میں واجب ہے اگر کوئی اسکو چھوڑ دے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ ابو بکر صدیق رضہ اور عمر فاروق رضہ اور علی مرتضیٰ رضہ اور ابن مسعود اور ایک بڑی جماعت صحابہ کا یہی مذہب ہے۔

آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ اور علی مرتضیٰ اور حضرت ابن مسعود رضہ رکوع کی رکعت کے قائل ہیں۔ جن کے حوالے آپ ابھی پڑھ چکے ہیں۔ حضرت جابر حضرت زید بن ثابت حضرت ابن عمر



وابن مسعود کو حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی جزر القرات  
خلف الامام کے قائلین میں شمار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۵۷ امام کے  
پیچھے ان سے پڑھنا ثابت کیا ہے۔ عبد اللہ بن الزبیر اور مجاہد کہتے ہیں  
امام کے پیچھے نہ پڑھی جائے تو نماز دہرائے دیکھو جزر القرات ص ۵۷ مگر  
یہ رکوع کے ٹپنے کی رکعت کے برابر قائل ہیں۔ دیکھو عون المعبود  
صفحہ ۳۲ جلد اربعین کلام کتاب المعرفہ شیخ الحدیث صاحب  
قدرے بنظر خائر جزر القرات امام بخاری کو ملاحظہ فرمائیں اور پھر جو  
کچھ آپ کو ارشاد فرمانا ہو شوق سے سراپائیں

مجھے کہنے دیجئے کہ امام بخاری کو جو کچھ خداوند کریم نے رتبہ بختا ہے اس  
کا کسی کو انکار نہیں۔ مگر یہ شرف صرف جامع صحیح ہی کے لئے ہے اور میں  
نہیں۔ امام بخاری سے تاریخ و سیرہ میں ادہام ضرور ہوئے ہیں میزان  
ذہبی اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں اور پھر آپ تو شیخ الحدیث سے متصف  
ہیں۔ آپ پر تو پوشیدہ نہیں رہنا چاہیے۔ ضرورت اگر ہوئی تو مجھ سے  
دریافت کر لیں وہ مقام بھی بتا دیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ آپ لوگوں  
کو امام بخاری کی محض جلالت شان سے کہ جس کا کسی کو انکار نہیں۔  
مغرب نہ کریں اور نہ ہونا ہی چاہیے۔ واقعی ان جیسا صفحہ ہستی پر ذیل القدر  
کوئی محدث نہیں گزرا مگر آخر انسان ہیں۔ آپ میزان

ذہبی وغیرہ کا پہلے مطالعہ فرمائیں پھر کہیے مولانا یہ تو ایک جزو القراءات کی ہی بات ہے۔ یہاں تو آپ کے چیدہ چیدہ علماء صحیح بخاری ہی کے مسئلہ کو تسلیم سے گریز کر جاتے ہیں۔ اور بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ان کی رائے ہے ہمارے لئے حجت نہیں ہم تو انجاری کی کُل باتوں کو دنیا بھر کی کتابوں پر مقدم ہی تسلیم کرتے ہیں، بلکہ اس کا خلاف کرنا جائز ہی نہیں تسلیم کرتے۔ خدا سمجھنے کی توفیق بخشے۔

یہ ناچیز ایک رسالہ مستقل رکوع کی رکعت کے متعلق عرصہ مدید ہوا لکھ چکا ہے جو طبع ہو کر مخلوق خدا کو پہنچ چکا ہے۔

# هل تدرك الركعة بإدراك الركوع مع الإمام

بقلم

عبد الله بن جارا الله الجار الله

سئل الشيخ عبد الله بن  
الشيخ عبد اللطيف رحمهما الله  
تعالى: هل تدرك الركعة بإدراك  
الركوع؟ فاجاب: لا يقع إشكال  
لديكم في صحة صلاة من أدرك  
الركوع مع الإمام وفاتته القراءة  
انه مدرك تلك الركعة وهو الذي  
عليه العمل عندنا وعليه  
الفتوى.

واجاب الشيخ ابراهيم بن  
الشيخ عبد اللطيف: - المسألة  
قد كفانا شأنها من سلف من اهل

نشرت مجلة «البلاغ» في  
عددها الصادر يوم الأحد ٧/  
صفر/ ١٤٠١ هـ مقالا بعنوان  
«حكم من أدرك الإمام وهو راكع»  
والذي خلص الى ان أدرك  
الركوع وحده لا يكفي لأدراك  
الركعة بل لا بد من قراءة  
الفاتحة في القيام في حق المسبوق  
وقد عثرت على جواب لبعض  
أئمة الدعوة النجدية أحب ان  
اتحف به القراء.

● واجاب الشيخ حمد بن عبدالعزيز - رحمه الله - اذا ادرك المأموم الامام راكعا فدخل معه واطمان في الركوع قبل ان يرفع فهو مدرك للركعة، وهذا هو المروي عن السلف الصالح وعليه عمل الامة من الصحابة والتابعين والائمة الاربعة واتباعهم فلا يعرف عن السلف خلاف في ذلك وقد حكي الاجماع على ذلك شيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله تعالى - فقال: والمسبوق اذا لم يتسع قيامه لقراءة الفاتحة فانه يركع مع امامه ولا يتم الفاتحة باتفاق الائمة. واما اذا كان متسعا ولم يقرأها فهذا تجوز صلاته عند الجماهير وعند الشافعي عليه ان يقرأها وإنما تسقط قراءتها عنده عن المسبوق خاصة. انتهى.

فتبين ان سقوط قراءة

الفاتحة عن المسبوق مسألة اتفاق كما قدمناه والحجة في ذلك ما رواه البخاري عن أبي بكرة انه انتهى الى النبي - صلى الله عليه وسلم - وهو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فذكر ذلك للنبي - صلى الله عليه وسلم - فقال: «زادك الله حرصا ولا تعد» ورواه احمد وابو داود والنسائي.. وذكر حديث ابي هريرة رضي الله عنه - «ومن

العلم والدين وحسبنا السير على منهاجهم واعتفاء اثرهم وترك ما يوجب التفرق والاختلاف، ومن تتبع مسائل الخلاف فان هذا مذموم في الدين على لسان سير المرسلين والذي سلك شيخنا حمد - يشير الى الفتوى التي بعد هذه للشيخ حمد بن عبدالعزيز - من القول بادرار الركعة بادرار الركوع هو المذهب الراجح والمسلك الواضح كما هو معلوم عند اهز الخبرة بالدليل ومن هو من اهل الترجيح والتعليل، ولا يروج مثل هذا الخلاف الشلا الا على من لا علم لديه ولا اصل يرجع اليه عند الاختلاف، والقول بخلاف ما ذكرنا وان كان قد قال به قائل فالقائل به لم يسلك مسلك الالتزام كما فعله هذا الجاهل من الزام العوام وانما اناد الى القول به اجتهداد بحسب ما يفهمه من الادلة السمعية وهم في ذلك مجتهدون وعلى اجتهدادهم ماجسورون واختيار بعض المتأخرين له لا يقتضي اولويته ولا رجحانه. ولو ذهب هذا المخالف الى الأخذ بكل ما صححوه وإلزام الناس بجميع ما رجحوه لوقعهم في شباك وافضى بهم الى مفاوز الهلاك وهذا على سبيل التنبيه والاشارة تكفي اللبيب.



ادرك الركعة فقد ادرك الصلاة»  
 رواد ابو داود وترجم عليه ابن  
 خزيمة وهكذا ترجم مجد الدين  
 في المنتقى فقال «باب المسبوق  
 يدخل مع الامام ولا يعتبر بركعة  
 لم يدرك ركوعها» انتهى. وذكر  
 الآثار الى ان قال: وقد نص شيخ  
 الاسلام محمد بن عبد الوهاب -  
 رحمه الله - في آداب المشي الى  
 الصلاة - قال: ومن ادرك ركعة  
 مع الامام فقد ادرك الصلاة،  
 وتذكر بادراك الركوع مع الامام  
 ونجزى تكبيرة الاحرام عن  
 تكبيرة الركوع لفعل زيد بن ثابت  
 وابن عمر ولا يعرف لهما مخالف  
 من الصحابة واتيان بهما افضل  
 خروجاً من خلاف من اوجبه. ا.  
 هـ. من كتاب «الدرر السنية في  
 الاجوبة النجدية» جمع الشيخ  
 عبد الرحمن بن قاسم - رحمه الله  
 - المجلد ٣ - الجزء الرابع  
 ص ١٩١ - ١٩٢.

وقال شيخ الاسلام ابن  
 تيمية: والمسبوق اذا لم يتسع  
 وقت قيامه لقراءة الفاتحة فانه  
 يركع مع امامه ولا يتم الفاتحة  
 باتفاق الاثمة وان كان فيه خلاف  
 فهو شاذ. ا. هـ. مختصر  
 الفتاوى المصرية لابن تيمية  
 ص ٥٩.  
 وقال النووي في شرح المذهب:  
 قال الشافعي والاصحاب: اذا

ادرك مسبوق الامام راكعاً وكبر  
 وهو قائم ثم ركع فان وصل  
 المأموم الى حد الركوع المجزي  
 وهو ان تبلغ راحته ركبته قبل  
 ان يرفع الامام عن حد الركوع  
 المجزي فقد ادرك الركعة  
 وحسبت له، وهذا الذي ذكرناه  
 من إدراك الركعة بادراك الركوع  
 هو الصواب الذي نص عليه  
 الشافعي وقله جماهير  
 الأصحاب وجماهير العلماء  
 وتظاهرت به الأحاديث وأطبق  
 عليه الناس. ا. هـ. من المجموع  
 شرح المذهب للنووي ج ٤  
 ص ١١٣ - ١١٤. (مجلد الدعوة النبوية  
 الرياض - العدد ٤٩٣ الاثنين ١٦ جمادى الثاني ١٣٠١ هـ)

## کیا رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے

تحریر: فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن جبار اللہ الجار اللہ  
ترجمہ: حافظ محمد الیاس سلفی فاضل مدینہ یونیورسٹی

ہفت روزہ البلاغ ۷ صفر ۱۴۰۱ھ کے شمارہ میں ایک  
مقالہ شائع ہوا۔ جس کا عنوان تھا "اس نمازی کا حکم جو امام کو  
رکوع کی حالت میں پائے اور اس مقالہ کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر  
کوئی شخص نماز میں رکوع کی حالت میں آکر ملا تو اسکی رکعت  
پوری نہیں ہوتی بلکہ قرأۃ فاتحہ فوت ہو جانے کی وجہ سے اس کو  
یہ رکعت دوبارہ پڑھنی چاہیے۔

میں نے اس اہم مسئلہ کے بارے میں علماء نجد کے چند فتاویٰ  
پائے ہیں چاہتا ہوں کہ قارئین کرام کے سامنے انہیں پیش کر دوں۔  
۱:- شیخ عبداللہ بن شیخ عبداللطیف رحمہما اللہ سے یہ  
سوال کیا گیا کہ کوئی شخص امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور  
وہ بھی رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے تو کیا اس شخص کی یہ  
رکعت ہو جائے گی ؟

آپ نے جواب دیا کہ اسیں تو کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے اور قراۃ فاتحہ اس سے فوت ہو جائے تو اسکی رکعت ہو جاتی ہے اور اس کی نماز کی صحت میں کوئی شک نہیں ہمارے ہاں اسی پر عمل چلا آ رہا ہے اور اسی پر ہمارے علماء و مشائخ کے فتوے ہیں۔

۲:- نجد کے ایک اور چوٹی کے عالم الشیخ ابراہیم بن عبد اللطیف اس مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ رکوع کی رکعت کے بارے میں ہمارے آئمہ سلف صالحین نے جو لکھ دیا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے اور ہم صحیح مسلک ہونے کی وجہ سے انہیں کے فتویٰ اور مسلک پر قائم ہیں کیونکہ یہ مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہے اور ہم اس ضمن میں اختلاف و اشتقاق کی باتوں کو چھوڑتے ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دین میں اختلاف و اشتقاق کی باتیں کرنا مذموم ہیں۔ اور ہمارے شیخ حمد بن عبد الغرین نے رکوع کی رکعت کے بارے میں جو فتویٰ دیا ہے وہ بالکل ٹھیک اور درست ہے کہ رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے کیونکہ تمام اہل علم کا یہی مسلک ہے کہ رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے اور اس بارے میں وہی شخص اختلاف کر سکتا ہے جو علم سے کم ہو۔



۳:- شیخ حمد بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے قبل رکوع میں آکر مل جائے اور اطمینان سے رکوع کرے تو ایسی صورت میں اسکی رکعت بغیر کسی شک و شبہ کے ہو جاتی ہے یہی ہمارے سلف صالحین سے مروی ہے اور اسی پر صحابہ کرام تابعین عظام اور چاروں امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا عمل ہے اور سلف سے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ملتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رکوع کی رکعت کے ہو جانے کے بارے میں امت کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اس وقت پہنچا کہ امام رکوع میں ہے اور اس شخص کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ قراۃ فاتحہ پوری کرے تو اسکو چاہیے کہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور اتفاق امت سے اس شخص پر یہ ضروری نہیں ہے کہ فاتحہ پڑھے اور اگر اس کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ سورہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے اور پھر نہیں پڑھتا تو ایسی حالت میں جمہور علماء کے نزدیک اسکی نماز ہو جائے گی لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ضروری ہے کہ وہ فاتحہ پڑھے۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اگر کوئی شخص ایسی حالت میں آیا کہ

امام رکوع میں ہے تو اسکو چاہیے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے اس سے قراۃ فاتحہ ساقط ہو جائیگی اور اسکی یہ رکعت پوری ہو جائے گی۔ انتہی کلام ابن تیمیہؒ

ان اقوال اور فتویٰ سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ اگر مہبوق سے فاتحہ فوت ہو گئی ہے اور وہ رکوع میں امام کے ساتھ مل گیا ہے تو اسکی رکعت ہو جاتی ہے۔

اس بارے میں ابی بکرہ رضی کی روایت جو بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے، بالکل حجت ہے کہ ابو بکرہ رضی نماز میں اس حالت میں شامل ہوئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جا چکے تھے تو انہوں نے صف میں پیچھے سے پہلے ہی رکوع کر لیا اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کیفیت کے بارے میں ذکر کیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کے کاموں میں سبقت کی اور زیادہ توفیق دے اور اب اس رکعت کو نہ لوٹانا (رکوع میں ملنے سے رکعت ہو گئی ہے)

اسی طرح ابو داؤد، احمد اور نسائی نے ابو ہریرہ رضی کی حدیث نقل کی ہے کہ جس نے رکوع پالیا اسکی نماز ہو گئی (اسکو رکعت لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے) اور اس حدیث پر امام ابن خزمیہؒ نے اور امام ابجد الدین نے بھی المنتقی میں باب باندھا ہے۔ کہ



اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اس حالت میں ملا کہ اس سے رکوع فوت ہو گیا تو اسکی رکعت نہیں ہوئی۔

(لیکن اگر رکوع کی حالت میں مل گیا تو اسکی رکعت ہوگئی)

۴:- شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کتاب

آداب المشی الی الصلّٰۃ (نماز کی طرف چلنے کے آداب) میں فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع کی حالت میں ملا اس کی نماز ہوگئی کیونکہ اس نے امام کے ساتھ رکوع کو پایا ہے کیونکہ یہ بات حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے ثابت ہے اور ان دونوں کے خلاف کسی صحابہ نے کچھ نہیں کہا ہے "کتاب الدرس السنیۃ فی الأجوبۃ النجدیۃ" المجلد ۳۔

المجلد الرابع ص ۱۹۱-۱۹۲۔

۵:- شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر

مصبوق کو اتنا وقت نہ ملے کہ وہ امام کے ساتھ سورۃ فاتحہ پڑھ سکے تو وہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور اتفاق امت سے اسکے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سورۃ فاتحہ کو پورا کرے۔

اگرچہ اس میں اختلاف ہے لیکن وہ شاذ اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ مختصر فتاویٰ المصریۃ لابن تیمیہ ص ۵۹۔

۶:- امام نووی رحمہ اللہ شرح جہذب میں فرماتے ہیں کہ امام



شافعیؒ اور ان کے اصحاب کا قول ہے کہ اگر مسبوق امام کے ساتھ رکوع کی حالت میں ملا اور اس نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور پھر رکوع میں چلا گیا اور اس شخص نے رکوع کو تسلی سے پورا کر لیا یعنی امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ لئے تو اس شخص نے اس رکعت کو پایا۔ اور ہم اسی بات کو صحیح اور درست جانتے ہیں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے جیسا کہ امام شافعیؒ ان کے اصحاب اور تمام جمہور علماء و محدثین کا یہی قول ہے۔ اور اس کے شواہد میں کثیر احادیث وارد ہیں جن پر تمام لوگ عامل ہیں۔

شرح المہذب — لنودی ج ۴ ص ۱۱۳ - ۱۱۴

## سلسلة الاحاديث الصحيحة فضيلة المحدث محمد ناصر الدين الالباني

٢٢٩ - ( إذا دخل أحدكم المسجد والناس ركوع ، فليركع ، حين يدخل ثم يدب راکعاً حتى يدخل في الصف ، فان ذلك السنة ) .  
رواه الطبراني في « الأوسط » ( ١ / ٣٣ ) من « زوائد المعجمين » : الأوسط والصغير ) :  
حدثنا محمد بن نصر ثنا حرملة بن يحيى ثنا ابن وهب أخبرني ابن جريج عن عطاء  
أنه سمع ابن الزبير على المنبر يقول : فذكره موقوفاً . قال عطاء : وقد رأيت  
يصنع ذلك ، قال ابن جريج وقد رأيت عطاء يصنع ذلك . قال الطبراني :  
« لا يروى عن ابن الزبير إلا بهذا الاسناد تفرد به حرملة » .

قلت : وهو ثقة من رجال مسلم ، ومن فوقه ثقات من رجال الشيخين ،  
ومحمد بن نصر هو ابن حميد الوازع البزار ، وصماه غير الطبراني أحمد كما ذكر  
الطبيب ( ج ٣ ترجمته ١٤١١ ، وج ٥ ترجمته ٢٦٢٥ ) وقال : وكان ثقة .

والحديث قال الهيثمي ( ٩٦ / ٢ ) :

« رواه الطبراني في « الأوسط » ورجاله رجال الصحيح » .

قلت : فالسند صحيح إن كان ابن جريج سمعه من عطاء فقد كان مدلساً  
وقد عنونه ، ولكن قوله في آخر الحديث : « وقد رأيت عطاء يصنع ذلك »  
مباشرة أنه تلقى ذلك عنه مباشرة ، لأنه يبعد جداً أن يكون سمعه عنه بالواسطة

ثم يراه يعمل بما حدث به عنه ، ثم لا يباله عن الحديث ولا يعلو به . هذا بعيد جداً ، فالصواب أن الإسناد صحيح .

والحديث أخرجه الحاكم ( ٢١٤/١ ) وعنه البيهقي ( ١٠٦/٣ ) من طريق سعيد بن الحكم بن أبي مريم أخبرني عبد الله بن وهب به . وقال الحاكم :

صحيح على شرط الشيخين ، ووافقه الذهبي ، وهو كما قالا .

وبما يشهد لصحته عمل الصحابة به من بعد النبي ﷺ ، منهم أبو بكر الصديق ، وزيد بن ثابت ، وعبد الله بن مسعود .

١ - روى البيهقي ( ٩٠/٢ ) عن أبي بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام ، أن أبا بكر الصديق وزيد بن ثابت دخلا المسجد والإمام راعع ، فركعا ، ثم دنيا وهما راعكان حتى لحقا بالصف .

قلت : ورجاله ثقات ، ولولا أن مكحولاً قد عنعنه عن أبي بكر بن الحارث لحسنه ، ولكنه عن زيد بن ثابت صحيح كما يأتي .

٢ - عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف أنه رأى زيد بن ثابت دخل المسجد والإمام راعع ، فثنى حتى أمكنه أن يصل الصف وهو راعع ، كبر فركع ثم دب وهو راعع حتى وصل الصف .

رواه البيهقي ( ١٠٦/٣ ، ٩٠/٢ ) وسنده صحيح .

٣ - عن زيد بن وهب قال :

« خرجت مع عبد الله ، يعني ابن مسعود - من داره إلى المسجد ، فلما توسطنا المسجد ركع الإمام ، فكبر عبد الله وركع ، وركعت معه ، ثم مشينا »



أراكمين حتى انتهينا إلى الصف حين رفع القوم رؤوسهم ، فلما قضى الإمام الصلاة  
 تمت وأنا أرى أني لم أدرك ، فأخذ عبد الله بيدي وأجلسني ثم قال : إنك  
 قد أدركت .

أخرجه ابن أبي شيبة في « المصنف » ( ١/٩٩ - ٢ ) والطحاوي في « شرح  
 المعاني » ( ١/٢٣١ - ٢٣٢ ) والطبراني في « المعجم الكبير » ( ١/٣٢/٣ )  
 والبيهقي في « سننه » ( ٩٠/٢ - ٩١ ) بسند صحيح . وله عند الطبراني  
 طرق أخرى .

وهذه الآثار تدل على شيء آخر غير ما دل الحديث عليه . وهو أن من أدرك  
 ركوع مع الإمام فقد أدرك الركعة ، وقد ثبت ذلك من قول ابن مسعود  
 وابن عمر بإسنادين صحيحين عنها ، وقد خرجتها في « إرواء الغبير » ( ١ )  
 ( ١١٩ ) وفيه حديث حسن مرفوع عن أبي هريرة خرجته هناك .

وأما ما رواه البخاري في « جزء القراءة » ( ص ٢٤ ) عن معقل بن مالك  
 قال : ثنا أبو عوانة عن محمد بن إسحاق عن عبد الرحمن الأعرج عن أبي هريرة قال :  
 « إذا أدركت القوم ركوعاً لم تعد بتلك الركعة » .

فإنه مع مخالفته لتلك الآثار ضعيف الاسناد ، من أجل معقل هذا ، فإنه لم  
 يوثقه غير ابن حبان : وقال الأزدي : متروك ، ثم إن فيه عننة ابن إسحاق  
 وهو مدلس : فسكوت الحافظ عليه في « التلخيص » ( ١٢٧ ) غير جيد .

نعم رواه البخاري من طريق أخرى عن ابن إسحاق قال : حدثني الأعرج  
 به لكنه بلفظ :

« لا يجوز أن نترك الأمانه » .

وهذا إسناده حسن ، وهذا لا يخالف الآثار المتقدمة بل يوفقها في الظاهر إلا أنه يشترط إدراك الأمانه قاطبة ، وهذا من عند أبي هريرة . ولا يرى له وجهاً ، والذين خالفوه الله من وأكثر ، ورضي الله عنهم جميعاً .

فإن قيل : هناك حديث آخر صحيح بخلاف ظاهره قد ثبت وهو :

٢٣٠ - ( زادك الله حرصاً ، ولا تعد ) .

رواه أبو داود والطحاوي وأحمد والبيهقي وابن حزم من حديث أبي بكر أنه جاءه رسول الله ﷺ رافعاً ، فركع دون الصف ، ثم مشى إلى الصف ، فقام فقرأ الفاتحة ، قال : أباك الذي ركع دون الصف ثم مشى إلى الصف : فقال أبو بكر : لما قال النبي ﷺ : قد كره .

قلت : وإسناده صحيح على شرط مسلم ، وأصح في صحيح البخاري ، وقد خرجت في « إيواء الغليل » ، ( رقم ٦٨٥٦٨٤ ) .

والقصد من ذكره هنا أن ظاهره يدل على أنه لا يجوز ترك ركعة دون الصف ثم مشى إليه ، على خلاف ما يدل عليه الحديث السابق ، فكيف التوفيق بينهما ؟ فنقول :

إن هذا الحديث لا يدل على ما ذكره ، إلا بطريق الاستبطاء لا القصر . بل فيه تحقيق : « لا تعد » ، يحتمل أنه نهى عن كل ما ثبت أنه فعله في هذه الحالة . وقد تبين لنا بعد التبع أنها تتضمن ثلاثة أمور :

الأول : اعتدائه بالركعة التي إتمامها ركعتان ركوعاً فقط .

الثاني : إضرعه في الشئ ، كما في روايته لأحمد : ٢/٥ ، من طريق أخرى

عن أبي بكره أنه جاء والنبي ﷺ راكم ، فسمع النبي ﷺ صوت نعل أبي بكره وهو خضر ( أي يحدو ) يريد أن يدرك الركعة ، فلما انصرف النبي ﷺ قال : من الساعي ؟ قال أبو بكره : أنا . قال : فذكره .

وإسناده حسن في المتابعات ، وقد رواه ابن السكن في صحيحه ، نحوه وفيه قوله : انطأقت أسعري ... وأن النبي ﷺ قال : من الساعي ... ويشهد هذه الرواية رواية الطحاوي من الطريق الأولى بشرط .

و جئت ورسول الله ﷺ راكم ، وقد حلزني النفس فركعت دون الصف . الحديث وإسناده صحيح ، فإن قوله : حلزني النفس معناه اشتد ، من الحفز وهو الحث والاعجال ، وذلك كناية عن العدو .

الثالث : ركوعه دون الصف ثم مشيه إليه .

وإذا بين إذا ما سبق ، فهل قوله ﷺ : لا تعمد ، يعني في الأمور الشرعية جميعها أم عن بعضها . ذلك ما أريد البحث فيه وتحقيق الكلام عليه .

أما الأمر الأول ، فالظاهر أنه لا يدخل في النهي ، لأنه لو كلف نهاء عنه لأمره بإعادة الصلاة لتكونها خداجاً ناقصة الركعة ، فإذا لم يأمره بذلك دل على صحتها ، وعلى عدم شمول النهي الاعتداد بالركعة نادراك ركوعها ، وقول الصحابي في : سبل السلام ( ٢٣/٢ ) :

له ﷺ لم يأمره لأنه كان جاهلاً بالحكم ، وأجل عذر .

فبعد جداً ، إذ قد ثبت في الصحيحين ، من حديث أبي هريرة أمره ﷺ بالركعة الثالثة بإعادتها ثلاث مرات مع أنه كان جاهلاً أيضاً فكيف يأمره بإعادة وهو لم يفت ركعة من صلاته وإنما الاطمئنان فيها ، ولا يأمر أبا بكره بإعادة الصلاة وقد فوت على نفسه ركعة ، لو كانت لا تدرك بالركوع ، ثم كيف يعقل



تضمنه أحد الحديثين منطوقاً به وما تضمنته الحديث الآخر يكون محتملاً<sup>(١)</sup>. وما  
لاشك فيه أيضاً أن دلالة هذا الحديث في هذه المسألة ليست قاطعة بل محتملة ،  
بمخلاف دلالة حديث ابن الزبير لتقدم فإن دلالته عليها قاطعة ، فكان ذلك من  
أسباب ترجيحه على هذا الحديث .

وفيه أساليب أخرى تؤكد الترجيح المذكور :

أولاً : خطبة ابن الزبير بحديثه على الثبر في أكبر جمع يحض عليه في  
السجدة الحرام وإعلانه فيه أن ذلك من السنة دون أن يعارضه أحد .

ثانياً : عمل كبار الصحابة به كإبي بكر وابن مسعود وزيد بن ثابت كما تقدم  
وغيرهم . فذلك من المرجحات المعروفة في علم الأصول . بخلاف هذا الحديث فإنه  
لا نعم أن أحداً من الصحابة قال بما دل عليه ظاهره في هذه المسألة . فكان  
ذلك كله دليلاً قوياً على أن دلالته فيها مرجوحة ، وأن حديث ابن الزبير هو  
الراجح في الدلالة عليها . والله أعلم .

وقد قال الضعافي بعد قول ابن جريج في عقب هذا الحديث :

« وقد رأيت عطاء يمنع ذلك » . قال الضعافي ( ٢٤/٢ ) :

« قلت - وكأنه مبني على أن لفظه « ولا تعد » بضم التاء تنوينية ، مراد  
أي زادك الله حرصاً على ضبط الخير ولا تعد صلاتك قائماً صحيحة وروي بكون  
العين المهملة من التحدو ، وتزيده رواية ابن السكن من حديث أبي بكر . ثم ساقه ،  
وقد سبق نحوها من رواية أحمد مع الإضافة إلى رواية ابن السكن منه . ثم قال (

(١) الطائفي في « الاعتبار » ص ١٢ .

(٢) الله إلا ماورد عن أبي هريرة أنه قال : لا تكبر حتى تأخذ مقلت من صدق ،  
رواه ابن أبي شيبة . وقد روي مرغوثاً ، واضح ، بيت في الكتاب الآخر ( ٩٨١ ) .

أن يكون ذلك منبياً وقد فعله كبار الصحابة ، كما تقدم في الحديث الذي قبله ١٢  
فذلك فإننا نقطع أن هذا الأمر الأول لا يدخل في قوله يُكَلِّمُ : ولا تعد .

. وأما الأمر الثاني ، فلا نشك في دخوله في النهي لما سبق ذكره من الروايات  
ولأنه لا معارض له ، بل هناك ما يشهد له ، وهو حديث أبي هريرة مرفوعاً : وإذا  
أتم الصلاة فلا تأتوها وأنتم تسعون ، وأتوها وعليكم السكينة والوقار ، الحديث  
متفق عليه .

وأما الأمر الثالث ، فهو موضع نظر وتأمل ، وذلك لأن ظاهر رواية أبي داود  
هذه : وَأَبْكُمُ الَّذِي رَكِعَ دُونَ الصَّفِّ ، ثم مشى إلى الصف ، مع قوله له :  
ولا تعد ، ، يدل بإطلاقه على أنه قد يشمل هذا الأمر ، وإن كان ليس نصاً  
في ذلك . لاحتمال أنه يعني شيئاً آخر غير هذا ، ما فعل ، وليس يعني غيره عن  
كل ما فعل ، بدليل أنه لم يعن الأمر الأول كما سبق تقريره . فكذلك يشمل  
أنه لم يعن هذا الأمر الثالث أيضاً . وهذا وإن كان خلاف الظاهر ، فإن العلماء  
كثيراً ما يضطرون لترك ما دل عليه ظاهر النص لخالفته لنص آخر هو في دلالاته  
نص قاطع ، مثل ترك مفهوم النص لما طوق نص آخر ، وترك العام للخاص ،  
ولمحر ذلك ، وأنا أرى أن ما نحن فيه الآن من هذا القبيل ، فإن ظاهر هذا  
الحديث نَحْنُ حَتَّى نَمُوتَ لِلرُّكُوعِ دُونَ الصَّفِّ مخالف لمفهوم ما دل عليه حديث  
لالة صريحة قاطعة ، وإذا كان الأمر كذلك فلا بد حينئذ  
من ترجيح أحد الدليلين على الآخر ، ولا يشك عالم أن النص الصريح أرجح  
هذه المعارض من دلالة ظاهر نص ما ، لأن هذا دلالة على وجه الاحتمال بخلاف  
الذي قبله ، وقد ذكرنا في وجه الترجيح بين الأحاديث أن يكون الحكم الذي





# سلسلہ الأحادیث الصحیحة

فضيلة المحدث الشيخ محمد ناصر الدين الألباني حفظه الله  
ترجمہ:- الشيخ محمد ادریس حافظ عبد القہار السلفی

ناضل جامعة الاسلامیة مدینہ منورہ

حدیث نمبر (۲۲۹)

إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ رُكُوعٌ، فَلْيَرْكَعْ  
حِينَ يَدْخُلُ، ثُمَّ يَدْبُ رَاكِعًا حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ  
فَإِنَّ ذَلِكَ السَّنَةُ - رواه الطبرانی في الاوسط

(۱/۳۳/۱) من زوائد المعجمين (الاوسط والصغير)

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو (اور نماز  
پور ہی ہو) اور سب لوگ رکوع کی حالت میں ہوں تو اس وقت  
تم بھی رکوع کر لو اور رکوع کی حالت ہی میں چل کر صف میں مل  
جاؤ کیونکہ یہ سنت ہے۔

ابن جریج عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن زبیرؓ  
سے منبر پر یہ مذکورہ حدیث سنی ہے۔

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابن زبیرؓ کو اس طرح کرتے ہوئے

دیکھا ہے۔ اور ابن جریر کہتے ہیں کہ میں نے عطاء کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

شیخ البانی تمام متفرق اسناد کو ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

اسی طرح یہ حدیث حاکم نے (۱/۲۱۲) اور بیہقی نے (۳/۱۰۶) سعید بن حکم کی روایت سے ذکر کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی اس بات میں موافقت کی ہے اور اسی حدیث کی صحت کی تائید صحابہ کرام کے عمل سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کا یہ عمل رہا ہے۔ جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ہے۔

یعنی حضرت ابوبکر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے (تو دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے) اور امام رکوع کی حالت میں ہے تو یہ دونوں حضرات بھی رکوع میں چلے گئے اور رکوع کی حالت ہی میں چلتے ہوئے صف میں جا ملے اس حدیث کے راوی سب صحیح ہیں۔

۴۔ ابی امامۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت کو

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور امام اس وقت رکوع کی حالت میں تھا۔ زید بن ثابت نے بھی تکبیر کہہ کر رکوع کر لیا اور اسی حالت میں چلتے ہوئے صف میں آ گئے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۳:- یعنی زید بن حصب روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گزرتے مسجد کی طرف چلا جب ہم مسجد کے اندر پہنچ گئے تو امام صاحب رکوع میں جا چکے تھے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہہ کر رکوع کر لیا اور میں نے بھی ان کے ساتھ رکوع کر لیا پھر ہم رکوع کی حالت میں ہی چلتے ہوئے صف میں جا ملے اور اس وقت لوگ رکوع پورا کر کے کھڑے ہو گئے تھے جب امام نے نماز پوری کر لی اور سلام پھر لیا تو میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ میں نے رکعت نہیں پائی تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ تمہاری رکعت ہو گئی ہے۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ۱/۹۹/۱-۲ امام طحاوی نے شرح المعانی میں (۱/۲۳۱-۲۳۲) اور طبرانی نے معجم الکبیر میں (۳/۳۲/۱) بیہقی نے اپنی سنن میں (۲/۹۰/۹۱) صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور امام طبرانی نے یہ حدیث دوسرے طرق سے بھی ذکر



کی ہے۔

ان احادیث و آثار سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو رہی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے۔

اور یہ بات ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ کے آثار سے بھی ثابت ہے جو کہ صحیح اسناد کے ساتھ مذکور ہیں اور میں نے ان دونوں حضرات کی احادیث اِرداء الغلیل حدیث ۱۱۹ میں ذکر کی ہیں اور وہاں میں نے اس بارے میں ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث بھی ذکر کی ہے امام بخاریؒ نے جز القراءۃ (ص ۲۴) میں ابو ہریرہؓ کا اثر ذکر کیا ہے کہ

”اِذَا اَذْرَكْتَ الْقَوْمَ رُكُوعًا لَمْ تَعْتِدْ بِتَبْلِكَ الرَّكْعَةَ“

تو یہ اثر ایک تو ان تمام احادیث اور آثار کے مخالف ہے جو ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اور اسکے ساتھ اسکی سند بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں معقل ہے اور اسکو سوائے ابن جہان کے کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے اور امام ازدی کہتے ہیں کہ یہ متروک ہے۔ اس کے علاوہ ابن اسمعیل جو کہ مدلس نے یہ حدیث معنعن بیان کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے تلمیض میں جو اس پر سکت اختیار کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث کے علاوہ امام بخاریؒ نے ابن اسحاق کے طریق سے بھی ایک روایت ذکر کی ہے اور اسکے لفظ یہ ہیں لَا يُجْزِيكَ

إِلَّا أَنْ تُدْرِكَ الْأَمَامَ قَائِمًا

اسکی اسناد حسن ہے اور یہ حدیث بھی گزرے ہوئے آثار کے مخالف نہیں ہے بلکہ بظاہر انہیں کے موافق ہے مگر اس میں امام کو قیام کی حالت میں پانے کی شرط ہے اور یہ ابوہریرہ رضی سے مروی ہے جب کہ ابوہریرہ رضی سے ہی رکوع کی رکعت کے بارے میں صحیح مرفوع حدیث مروی ہے۔ اور پھر ابوہریرہ رضی کے اس اثر کی مخالفت جن کبار صحابہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے کی ہے وہ سب کے سب ہی علم وہ فقہ کے بڑے مقام پر تھے۔

اس کے بعد بھی اگر کسی کو اعتراض ہو تو ابی بکرہ والی صحیح حدیث موجود ہے جیہ کہ ابو داؤد، طحاوی، احمد، بیہقی اور ابن حزم نے روایت کی ہے۔

حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

ابوبکرہ رضی سے روایت ہے کہ میں (مسجد میں جس وقت آیا تو) حضور علیہ السلام رکوع میں تھے میں نے صف میں ملنے سے قبل ہی رکوع کر لیا اور پھر (رکوع کی حالت میں ہی) چلتا ہوا صف میں مل گیا نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور نے فرمایا تم میں سے کس نے صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کیا اور پھر چلتے

ہوئے صف میں جا ملا، ابو بکرؓ نے عرض کیا (یا رسول اللہ) میں نے اس طرح کیا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نیکی کے کاموں میں تمہارے اس شوق اور سبقت کو اور زیادہ کرے، دوبارہ اس طرح نہ کرنا میں (شیخ ابیانی) کہتا ہوں کہ اسکی مسند مسلم کی شرط پر بالکل صحیح ہے اور یہ اصل حدیث صحیح بخاری میں ہے جسکی تخریج میں نے ارواء الغلیل حدیث نمبر (۶۸۴، ۶۸۵) میں کی ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے صف میں ملنے سے پہلے رکوع کرنے سے منع فرمایا ہے اور بظاہر یہ حدیث سابقہ احادیث و آثار کے خلاف پڑتی ہے اسمیں کس طرح تطبیق اور توفیق دی جائے؟ حقیقت یہ ہے کہ نص حدیث سے اس بات کی نفی نہیں ملتی کہ حضور علیہ السلام نے صف میں ملنے سے پہلے رکوع کرنے سے منع فرمایا ہو بلکہ یہ بات استنباط کے ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا یہ قول کہ (لا تعد) اسمیں اس بات کا احتمال ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان تمام چیزوں سے منع فرمایا ہو جو اس موقع پر ان سے صادر ہوتی ہیں۔ اور تتبع اور غور فکر کرنے کے بعد اس موقع پر بظاہر تین باتیں ہی نکلتی ہیں۔

۱:- حضورؐ نے اس رکعت کو شمار کرنے سے منع فرمایا تھا جس میں وہ رکوع کی حالت میں ملے تھے۔



(۲) نماز میں آتے ہوئے دوڑنے سے منع فرمایا تھا جیسا کہ احمد میں ابی بکرہ رضی کی روایت (۴۲/۵) جو ایک دوسرے طریق سے مذکور ہے اور وہ روایت اس طرح ہے کہ یعنی ابوبکرہ رضی نماز کے لئے آئے اور حضور علیہ السلام رکوع میں تھے۔ حضور علیہ السلام نے ابوبکرہ رضی کے جوتوں کی آواز سنی اور وہ رکعت پانے کے شوق میں دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا تم میں سے کون دوڑ رہا تھا؟ ابوبکرہ رضی نے عرض کیا (یا رسول اللہ) میں تھا آپ نے فرمایا زادک اللہ حرصاً ولا تعد۔

متابعات میں اسکی سند حسن ہے اور ابن سکن نے بھی اپنی صحیح میں اس طرح روایت کیا ہے اور اسی میں یہ لفظ ہیں کہ میں آتے ہوئے دوڑ رہا تھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے کون دوڑ رہا تھا الخ اس روایت کے شواہد میں طحاوی کی بھی ایک روایت ہے جو اس طرح ہے کہ جب میں آیا تو حضور علیہ السلام رکوع میں تھے اور میرا سانس (جلدی چلنے اور دوڑنے کی وجہ سے) پھول رہا تھا اور میں نے صف میں ملنے سے قبل ہی رکوع کر لیا الخ اسکی سند بھی بالکل صحیح ہے۔

۳:- تیسرا یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے صف

میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کرنے سے اور پھر صف میں چلتے ہوئے  
ملنے سے منع فرمایا ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان  
تینوں باتوں سے منع فرمایا تھا یا ان میں سے بعض سے روکا تھا  
یہی مسئلہ تحقیق طلب ہے اور میں چاہتا ہوں کہ پوری طرح اسکی  
وضاحت ہو جائے۔

پہلی بات (یعنی حضور علیہ السلام نے رکوع کی رکعت کو  
شمار کرنے سے منع فرمایا تھا) تو بظاہر یہ بات حضور علیہ السلام  
کی نبی میں شامل نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حضور علیہ السلام رکوع کی  
رکعت کو شمار کرنے سے منع فرماتے تو ضرور بالفرد نماز کو لوٹانے  
اور پوری کرنے کا حکم صادر فرماتے کیونکہ یہ نماز ناقص اور غیر مکمل  
تھی اس میں تو پوری ایک رکعت کم تھی۔

پس جب حضور علیہ السلام نے رکعت کو لوٹانے اور پوری  
کرنے کا حکم نہیں فرمایا تو یہ بات پوری طرح شہادت دیتی ہے  
کہ انکی نماز (رکوع میں ملنے سے) مکمل اور پوری تھی اور اس  
بات پر بھی شاہد ہے کہ حضور علیہ السلام کی نبی (لا تعد) رکوع کی  
رکعت کے شمار کرنے پر نہیں تھی۔

”امام صنعانی کا سبیل السلام (۲/۳۲) میں یہ قول کے شاید  
حضور علیہ السلام نے نماز لوٹانے کا حکم اس لئے نہ دیا ہو کیونکہ (ابی بکر)

اس حکم سے واقف نہیں تھے اور نادانیت اور علم کا نہ ہونا بھی ایک عذر ہے۔ امام صنعانی کی یہ بات ٹھیک معلوم نہیں ہوتی کیونکہ بخاری و مسلم میں یہ حدیث جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص جو نماز کو جلدی جلدی بغیر اعتدال کے ادا کر رہا تھا اس کو حضور علیہ السلام نے تین بار نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ اس بات کے باوجود کہ انکو بھی نماز میں جلدی کی وجہ سے جو کمی وغیرہ واقع ہو رہی تھی اس کے بارے میں علم نہیں تھا تو حضور علیہ السلام نے اسکو تو نماز لوٹانے کا تین دفعہ حکم فرمایا جبکہ اس سے نماز کی کوئی رکعت فوت نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ نماز میں اعتدال اور اطمینان وغیرہ کی کمی تھی جس کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے نماز کو لوٹانے کا تین بار حکم فرمایا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا اس بات کے باوجود کہ ان سے پوری ایک رکعت فوت ہو گئی تھی کیونکہ وہ رکوع میں ملے تھے (معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے انکو اسلئے نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا تھا کیونکہ رکوع میں ملنے سے رکعت پوری ہو گئی تھی) پھر اس کے باوجود کس طرح یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نبی (ﷺ) رکعت کو شمار کرنے کے متعلق تھی اور کبار صحابہ کا یہ فعل اور عمل پہلے گزر چکا ہے کہ وہ رکوع کی رکعت کو شمار کرتے تھے اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ حضور علیہ السلام کو یہ نبی رکوع کی رکعت



کو شمار کرنے کے بارے میں نہیں تھی۔

دوسری بات یعنی حضور علیہ السلام نے نماز میں آتے ہوئے دوڑنے سے منع فرمایا تھا تو اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ السلام کی ہنی (لائعہ) اسی مقصد کے لئے تھی اور اس میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں اور روایات بھی شہادت دیتی ہیں جیسا کہ ابو ہریرہ رضی کی مرفوع حدیث جس کے لفظ یہ ہیں۔  
یعنی جب تم نماز کے لئے مسجد میں آؤ تو جلدی اور دوڑ کر نہ آؤ بلکہ احتیاط اور وقار کے ساتھ آرام سے آؤ۔

تیسری بات یعنی حضور علیہ السلام نے صف میں پہنچنے سے قبل ہی رکوع کرنے سے منع فرمایا تھا یہ بات موضوع بحث ہے اور اس میں غور و فکر طلب ہے۔ کیونکہ ابو داؤد کی روایت میں ہے۔  
یعنی تم میں سے کس نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کیا تھا اور پھر صف میں ملا تھا اور پھر اس کے ساتھ ہی حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا لائعہ ایسا نہ کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایسے فعل (یعنی صف میں پہنچنے سے قبل ہی رکوع کرنے) سے منع فرمایا ہو۔ اگرچہ یہ بات بھی حدیث کے واضح الفاظ سے ثابت نہیں ہو رہی ہے اس لئے زیادہ احتمال یہی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس فعل سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ نماز میں آتے

ہوئے بجھا گئے اور دوڑنے سے منع فرمایا تھا۔

اور اسکے ساتھ ہی یہ احتمال بھی ختم ہو جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان تمام باتوں سے منع نہیں فرمایا تھا جو اس وقت ان سے صادر ہوئی تھیں (یعنی ۱) رکوع کی رکعت کو شمار کرنے سے (۲) نماز میں آتے وقت دوڑ کر آنے سے (۳) صف میں پہنچنے سے قبل ہی رکوع کرنے سے)

اب یہ بات رافع ہو گئی ہے کہ حضورؐ نے پہلی چیز (یعنی رکوع کی رکعت کو شمار کرنے سے اور تیسری (یعنی صف میں پہنچنے سے قبل ہی رکوع کرنے) سے منع نہیں فرمایا تھا۔ اگرچہ اس تیسری بات کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے مگر اس ساری بحث اور تحقیق کے بعد راجح اور قوی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ صف میں ملنے سے قبل ہی رکوع کرنا جائز ہے اور حضورؐ نے جو پہنی (لا تعد) فرمائی ہے وہ اسکے بارے میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف دوڑنے کے بارے میں ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں بہت قوی دلائل موجود ہیں۔

اولاً:- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا مسجد حرام میں جمعہ کے قطبہ کے دوران صحابہ کرام کے اتنے بڑے اجتماع میں یہ حدیث بیان کرتا (کہ صف میں پہنچنے سے قبل رکوع کرنا سنت ہے) اور پھر صحابہ کرام کے اتنے بڑے اجتماع میں کسی ایک کی بھی

مخالفت نہ پائی جانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب اس مسئلہ کو مانتے تھے۔

ثانیاً: حضرت ابو بکر عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ کا اسپر عمل موجود ہے۔

## (لا تعد کے بارے میں تحقیق)

(لا تعد) باب اَعَادَ لِعِيْدٍ اَعَادَةً سے ہے جس کا مطلب ہے کہ تم اس رکعت کو نہ لوٹانا۔

چنانچہ امام صنعانی سبل السلام (۲/۲۲۲) میں فرماتے ہیں  
لا تعد بضم المشاة الفوقية من الاعادة اى  
زادك الله حرصا على طلب الخير ولا تعد صلاتك  
فانها صحيحة - يعنى الله تعالى نيكي کے کاموں میں تمہاری اس  
پیش قدمی اور سبقت میں برکت اور زیادتی کرے اور اپنی نماز  
(رکعت) کو نہ لوٹانا کیونکہ (رکوع میں ملنے سے) تمہاری نماز مکمل  
ہو گئی۔ پھر فرماتے ہیں کہ قریب ترین بات یہ ہے کہ (لا تعد) عود  
سے ہے جس کا مطلب ہے کہ نماز میں آتے ہوئے آئندہ دوڑ کر نہ  
آنا اس کلام کے باوجود حدیث میں اس قسم کا بارکل اشارہ تک  
نہیں ملتا کہ نماز میں کوئی کمی یا نقص رہ گیا ہو جسکی وجہ سے حضور ﷺ



نے نماز کو لوٹانے کا حکم فرمایا ہو بلکہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان  
 زادک اللہ حرصاً پوری طرح نماز کے کامل اور مکمل ہونے  
 پر دلالت کر رہا ہے۔

شیخ البانی فرماتے ہیں کہ بخاری اور دوسری کتب میں  
 لفظ (لا تعد) ہی مذکور ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری (۲/۲۱۴) میں  
 فرماتے ہیں کہ تمام روایات میں لا تعد (عود) تاہ کے زیر اور  
 عین کے پیش کے ساتھ ہے جس کا مطلب ہے نماز میں دوڑتے  
 ہوئے شامل نہ ہونا۔

کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس پوری بحث اور تحقیق سے یہ  
 بات پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ (لا تعد) میں جو نہی وارد  
 ہوئی ہے نا تو اس میں رکوع کی رکعت کو شمار کرنے سے منع  
 فرمایا گیا ہے اور نا ہی صف میں ملنے سے قبل ہی رکوع کرنے  
 سے روکا گیا ہے بلکہ اس میں صرف نماز میں آتے ہوئے جلدی اور  
 دوڑ کر آنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ نماز کے لئے جلدی اور  
 دوڑ کر آنا سکینہ اور وقار کے منافی ہے۔ جیسا کہ ابو ہریرہؓ  
 کی حدیث سے اسکی تصریح ہو گئی ہے۔

ادرامام شافعیؒ نے بھی (لا تعد) کی تفسیر یہی فرمائی ہے کہ لا تاؤ  
 الصلاة تسعون۔ نماز کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ۔ سنن بیہقی ۹/۲

# رکعت رکوع اور فرضیت فاتحہ

جناب مولانا الحاج عبداللہ صاحب لائل پوری —

رکوع کی رکعت کا مسئلہ عرصہ سے زیر بحث ہے لیکن میرے خیال میں کسی صاحب نے اس مسئلہ میں سیرکن بحث نہیں کی۔ وقتاً فوقتاً اخبار کے کالموں پر یہ مضمون آیا۔ لیکن تاہنوز نامکمل رہا۔ البتہ مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی نے اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے اور ما شاء اللہ خوب مدلل بحث کی ہے بعض علمائے اہلحدیث اس مسئلہ کو اس لئے تسلیم نہیں کرتے کہ سورہ فاتحہ کی فرضیت اٹھ جاتی ہے۔ لہذا مدرک رکوع والی احادیث کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور فرضیت فاتحہ والی احادیث کو مانا جاتا ہے۔ حالانکہ ترک حدیث سے تطبیق ممکن اوئے ہے جو کہ اصل مذہب محدثین ہے۔

مدرک رکوع کو مدرک رکعت تسلیم کرنے سے فرضیت فاتحہ میں کوئی خامی نہیں آتی۔ چنانچہ ائمہ میں امام شافعیؒ باوجود سورہ فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہونے کے رکوع کی رکعت تسلیم کرتے ہیں۔ کتاب قرأت خلف الامام بیہقی ص ۱۵ میں ہے۔

وَأَمَّا الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فَاتَّهَ بِحَوْلِهِ مُدْرِكًا  
لِلرَّكْعَةِ بِإِذْنِ الرَّكُوعِ لِمَا فِيهِ مِنَ الْأَثَرِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ  
وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عُمرَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ - الخ  
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعیؒ کے لڑکے امام  
ابو عثمان محمد شافعیؒ کا علمی مکالمہ جو کہ ان دونوں کے درمیان اس  
مسئلہ پر ہوا تھا۔ اس میں بالکل ہی صاف دونوں حدیثوں میں  
تطبیق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہم اس کو علماء کرام کی تحقیق میں زیادتی  
کی غرض سے نقل کرتے ہیں۔

طبقات الحنابلہ مصری ص ۲۳ میں ہے۔ وَسُئِلَ أَحَدُهُمَا عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ  
الْإِمَامِ فَقَالَ لَا يَقْرَأُ فِيهَا يُجْهَرُ وَيَقْرَأُ فِيهَا أَسْرَرِي الرَّكْعَتَيْنِ  
الْأُولَيَيْنِ بِالْحَمْدِ وَسُورَةٍ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ بِالْحَمْدِ  
فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ فَإِنْ كَانَ لِلْإِمَامِ سَكَنَةٌ فَيُجْهَرُ يَقْرَأُ  
قَالَ إِنْ كَانَ يُمكنُهُ يَقْرَأُ وَلَا أَحَبُّ يَقْرَأُ وَالْإِمَامُ يُجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَ  
جَعَلَ يُعْجِبُ مِنْهُ يَذْهَبُ إِلَى هَذَا وَقَالَ أَلَيْسَ يُدْرِكُ الْإِمَامُ رَأْعًا  
فَيَرْكَعُ مَعَهُ وَلَا يَقْرَأُ وَهَذَا الْبُؤْرَةُ قَدْ جَاءَ وَالْإِمَامُ رَأْعٌ فَرَكِعَ دُونَ  
الصَّفِّ وَاحْتَسَبَ بِهَا فَقَالَ لَمَّا بَلَغَ الشَّافِعِيُّ الْكَذِي يَذْهَبُ إِلَى هَذَا يَذْهَبُ  
إِلَى الْحَدِيثِ لِأَصْلُوهُ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِسَاتِحَةِ الدُّنْيَا فَقَالَ تَدْرِي عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَمْ يَأْمَمْ فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ لَهُ قَرَأَهُ -  
امام بیہقی نے بھی مندرجہ بالا حدیث میں تطبیق دی ہے  
کتاب قرأت میں فرماتے ہیں۔



أَوْ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لِلْمَأْمُومِ قِرَاءَةً إِذَا أَدْرَكَهُ فِي الرُّكُوعِ  
وَلَمْ يُدْرِكْ مَعَهُ الْقِيَامَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْآيَةِ وَالرِّوَايَاتِ  
يَكُونُ أَوْلَى بِمَنْ تَرَكَ بَعْضَهَا وَأَخَذَ بَعْضَهَا. الخ  
(کتاب القراءة بیہقی ص ۱۵۵)

لیکن مذہبِ حنفیہ رکوع کی رکعت کا تو قائل ہے اور فرضیت  
فاتحہ سے انکاری ہے۔ حالانکہ قیام کی فرضیت کے وہ بھی قائل ہیں  
ملاحظہ ہو منیۃ المصلی ص ۵۸۔ چنانچہ جب وہ ابو بکرہ رضی والی حدیث  
عدم فرضیت فاتحہ پر پیش کرتے ہیں تو ہماری طرف سے یہی جواب  
ہوتا ہے۔ کہ جس طرح باوجود قیام فرض ہونے کے تمہاری رکوع  
کی رکعت بغیر قیام کے ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہم سے فاتحہ ساقط  
ہو جاتی ہے۔

دوسرے یہ کہ رکوع کی رکعت اس سے مستثنیٰ ہے چنانچہ  
کتاب قرأۃ خلف الامام بیہقی ص ۱۵ میں ہے۔ زَلَّوْكَانَ فِی  
ذَٰلِكَ اِجْتِمَاعَ لَمَّا كَانَ هَٰذَا الْمُدْرِكُ لِلرُّكُوعِ مُسْتَثْنٰی مِنَ الْجُمْلَةِ۔ الخ  
امام نووی شارح مسلم باوجود قائل فرضیت فاتحہ ہونے  
کے رکوع کی رکعت کو تسلیم فرماتے ہیں۔ نووی  
جلد ۱ ص ۱۳۵ میں ہے۔ فَإِنَّهَا تَسْقُطُ عَنِ الْمَسْبُوتِ إِذَا  
أَدْرَكَ الْإِمَامَ رَاكِعًا۔

علاوہ ازیں سلف است رکوع کو زیادہ لمبا کیا کرتے تھے تاکہ مسبوق مل کر اپنی رکعت پالے۔ چنانچہ حضرت عثمان دعا بقوت قبل رکوع صرف اس لئے مانگا کرتے تھے تاکہ رکوع میں مقتدی مل کر رکعت پالیں۔

فتح الباری مصری جلد ۲ ص ۲۹۳ میں ہے:-

وَرَوَى مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ بْنِ ظَرْقٍ أُخْرَى عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ جَعَلَ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَيْ ذَاتِهَا عُثْمَانُ لِكَيْ يُدْرِكَ النَّاسَ رُكْعَةً. الخ

علامہ خطابی فرماتے ہیں۔ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ جَعَلَ رُكْعَةً قَبْلَ الرُّكُوعِ يُرِيدُ مَعَهُ السَّلَاةَ وَهُوَ رَاكِعٌ جَازٍ أَنْ يَنْتَظِرَ الْعَالِيَةَ دُرُكَ الرُّكْعَةِ. الخ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۱)

علامہ ابن بطالؒ بھی قریب قریب اسی کے فرماتے ہیں۔

ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۲ ص ۱۶۱ مصری

بعض سلف تو سجدہ کو شمار کرنے کے بجائے قائل ہیں۔

چنانچہ فتح الباری جلد ۲ ص ۲۶ مصری میں ہے۔

عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ إِذَا أَدْرَكَ السُّجُودَ أَكْمَلَ بِذِيَةِ الرُّكْعَةِ مَعَهُمْ ثُمَّ يَقُومُ فَيَرْكَعُ فَقَطْ وَتَجْزِيَةٌ. لَيْكِنْ يَهْوِي بوجہ نص صریح لَا تُعَدُّوهُ کے خلاف ہو کے شاذ و غیر قابل قبول ہے۔ لہذا ما سنح ببالی النخاطروانا الفقیر الاواہ ابو محمد عبد اللہ لاٹپوری۔

## مزید دلائل اور وضاحت

از مولانا حافظ محمد یونس صاحب دہلوی

حدیث شریف کا مسئلہ ہے کہ جس وقت جماعت ہو رہی ہو اور کوئی آکر اس میں ملے تو امام جس حالت میں ہو۔ جو رکن ادا کر رہا ہو۔ یہ بھی اسی میں آکر مل جائے۔ وہ سجدہ میں ہو یہ بھی سجدہ ہی کرے۔ اگر مقتدی تورہ، سجدہ۔ قعدہ۔ تشہد میں آکر جماعت سے ملے۔ تو یہ فوت شدہ رکعت۔ امام کے سلام پھرنے کے بعد کھڑا ہو کر پڑھ لے۔ لیکن اگر مقتدی حالت قیام یا رکوع میں آکر جماعت سے ملے تو یہ رکعت شمار ہوگی اسکو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ بعض حضرات رکوع کی رکعت کو شمار نہیں کرتے۔ اور اپنے قیاسات کے مقابلہ میں احادیث رسول و تعامل صحابہ رضاکو جواب دیدیتے ہیں۔

امام قیام میں ہو یہ بھی قیام کرے۔ وہ رکوع میں ہو یہ بھی رکوع میں مل جائے۔



ایسے حضرات اگر انصاف کریں تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے۔  
 کہ سورت فاتحہ کی حدیثیں اس مقام پر پڑھنا سراسر بے محل ہے  
 کیونکہ اسکی فرضیت حالت قیام میں ہے نہ کہ رکوع میں جب ایک  
 حالت ہی بدل گئی تو احکام کی تبدیلی میں کیا تعجب ہے جیسے  
 مواقع جداگانہ ہوتے رہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ان کا لحاظ  
 رکھتے ہوئے احکام بھی جدا مقرر فرمائے ہیں۔ ہر حکم اپنے موقع کے  
 مناسب ہے اور سب کا ماننا عین ایمان ہے۔ اگر ہر قدم پر ایک  
 سے ایک نیا اور جدا حکم ہم کو ملے تو اسکو بغیر چون و چرا کے تسلیم  
 کر لینا ہی ہماری سعادت مندی ہے۔ قیام نماز ایک رکن ہے۔ اور  
 رکوع یہ نماز کا جدا رکن ہے۔

سورت فاتحہ قیام میں فرض ہے۔ رکوع میں فرض نہیں قیام  
 میں سورت فاتحہ پڑھنے بغیر رکعت نہیں ہوتی۔ اور رکوع سورۃ  
 فاتحہ پڑھنے کا محل نہیں ہے۔ اسلئے رکوع میں سورت فاتحہ نہیں  
 پڑھنی چاہئے اور اس حالت میں رکعت شمار کرنی ہوگی۔ اسکی  
 مزید تائیدیوں سمجھئے کہ نماز میں رکوع سجدہ فرض ہے۔ ان کے  
 بغیر نماز نہیں ہوتی۔ مگر نماز جنازہ میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ  
 اس نماز میں شریعت نے رکوع اور سجدہ معاف کر دیا ہے۔ اور  
 انکے بغیر یہ نماز کامل ہے مریض اشارہ سے نماز پڑھے۔ تو وہ نہ

قیام کرے گا نہ رکوع سجدے کر لے گا۔ اور اس وقت یہ تمام ارکان نماز اس پر معاف ہیں۔ مقیم آدمی نماز پڑھے تو اسکی نماز نہ ہوگی مگر مسافر ظہر۔ عصر۔ عشا۔ آدمی نماز یعنی دو۔ دو فرض پڑھے دو رکعتیں اس پر معاف ہیں۔ نماز جنازہ کے رکوع سجدے مریض پر نماز کے جملہ ارکان۔ مسافر پر آدمی آدمی نماز میں ہوتا ہے ان رفعتوں کو سب قبول کرتے ہیں نماز کو کامل مانتے ہیں پھر رکوع میں ملنے سے اگر سورۃ فاتحہ کی رفعت مل جائے اور وہ رکعت شریعت شمار کرے تو اسکو قبول نہ کرنا اور قیاساً کو مقدم رکھنا کونسی عقلمندی ہے جب کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کی رکعت کو شمار کیا ہے۔

ابوبکرہ رضی کی حدیث اس پر کھلی دلیل ہے۔ کہ وہ جماعت کے ساتھ حالت رکوع میں ملے۔ اور اس رکعت کو شمار کیا حضور کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے یہ رکعت اُن سے دوبارہ نہیں پڑھوائی۔ سنن ابوداؤد مسند احمد میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

ابن خزیمہ میں یہ الفاظ ہیں۔ مَنْ أَدْرَكَ مَعَ الْإِمَامِ رُكُوعًا قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ صَلَاتَهُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا۔

یعنی جو کہ سیدھی کرنے سے پہلے رکوع میں امام کے ساتھ مل گیا اس نے رکعت پالی۔

سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۹ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بھی ثابت ہیں۔ لَا تَعْتَدُوا بِالسُّجُودِ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الرُّكُوعُ۔  
یعنی بلا رکوع پائے رکعت کو شمار نہ کرو۔

کنز العمال ص ۱۳ جلد ۴ میں قولی حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔  
مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً فَلْيَرْكَعْ وَلْيَحْتَسِبْ۔

یعنی جو شخص امام کو رکوع میں پاوے تو رکوع کر لے اور اسے شمار کر لے۔ ہمارے بھائی! ان اور ان جیسی احادیث کو ضعیف کہہ کر ٹال دیتے ہیں اور اپنے قیاسات کو مقدم کرتے ہیں۔ یاد رکھیے لوگوں کے قیاسات احادیث نبویہ کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اگر یہ احادیث نبویہ قابل عمل نہیں ہیں تو کیا معاذ اللہ بیکار ہیں عبث ہیں کیا محدثین نے محنت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں فضول جمع کی تحقیق کیا کتابوں کے صفحے پر نہی سیاہ کر کے برباد کئے! آخر مستقل ابواب باندھ کر یہ مسئلہ ثابت کرنے کی کوشش انہوں نے کیوں کی؟ یہاں سورت فاتحہ کا تنازعہ نہیں ہے بلکہ رکوع کی رکعت کا مسئلہ ہے۔ جس طرح سورت فاتحہ عام قرأت کی حدیثوں سے مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح رکوع کی رکعت سورۃ فاتحہ کی احادیث سے مختص ہے۔ اور یہ کہنا بھی باطل ہے کہ جو لوگ قرأت فاتحہ کو فرض نہیں کہتے وہ رکوع کی رکعت لیتے ہیں۔



کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ جیسے اکابر تابعین امام شافعی، امام بیہقی جیسے ائمہ کرام باوجود قرأت فاتحہ خلف الام فرض ماننے کے رکوع کی رکعت کے قائل ہیں۔ سنن بیہقی جلد ۱ ص ۹۱ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ باین الفاظ موجود ہے۔ مَنْ أَدْرَكَ إِلَّا مَاءً رَاكِعًا فَرَسَعَ قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ إِلَّا نَامَ رَأْسَهُ فَقَدْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ

اس مسئلہ کی مزید تفصیل اردو زبان میں البلاغ المبين

مصنف علامہ محی الدین صاحب اور مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی کے نقادوں اور مشکوٰۃ شریف مترجم غزنوی میں موجود ہے۔ یہ ہمارے سب اسلاف بھی سورت فاتحہ کی فرضیت کے باوجود رکوع کی رکعت کے قائل ہیں۔ علامہ امام شوکانی اور صاحب عون المعبود وغیرہ بھی اسی کے مؤید ہیں اور خوب ہی دلائل لائے ہیں۔

برادران! ہم فرمانبردار ہیں فرماں روا نہیں۔ ہم متبع ہیں۔ متبوع نہیں ہم کو یہی لائق ہے کہ شریعت کے مقابلہ میں اپنے قیاسات بالائے طاق رکھیں۔ اور ہر مسئلہ کو تسلیم کرتے اور وقت پر اسکے عامل ہوتے چلے جاویں۔

## مولوی عبداللہ کارکوع کی رکعت سے انکار

جناب مولانا عبدالقادر صاحب عارف حصاری  
مولوی عبداللہ صاحب ڈیرہ غازی خاں والے پہلے اس مسئلہ  
پر عقیدہ و عمل رکھ کر اپنی نمازیں ضائع کرتے رہے کہ رکوع میں  
امام کے ساتھ مل جائے تو رکعت ہو جاتی ہے اس کا اعادہ کرنا  
غلط شرع اور گناہ ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ رکوع کی رکعت  
کے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں :- ”سابقہ میری تحریریں اور عقیدہ غلط  
تھا۔“

میں کہتا ہوں کہ جس علم کی بنیاد پر مولوی صاحب موصوف  
کا سابقہ عقیدہ و تحریریں تھیں وہ غلط تھا۔ وہی علم ان کا اب  
موجود ہے جو ان کے دماغ کا اور دل کا فہم ہے۔  
وہی علم اور وہی کتابیں اور وہی دلائل ان کے پاس موجود  
تھے۔ لیکن جماعت غرباء اہلحدیث سے مخالفت جاری تھی۔ جب  
وہ رکوع کی رکعت کا مسئلہ بیان کرتے یا لکھتے تو مولوی صاحب  
کا نفس کینہ اور بغض کی وجہ سے جوش میں آ جاتا ہے تب ایک  
دن مدہوش ہو کر رسالے لکھنے لگے۔ اب شرمندہ تھے کہ جن دلائل

کو میں مان چکا ہوں کہ ان سے رکوع کی رکعت ثابت ہے اب  
اگر صرف انہی کی تکذیب کر دوں تو برسی بات ہے اہل علم بھی  
مجھے بے اعتبار سمجھیں گے۔ تب ایک حدیث بے اصل اور بے سند  
مسند احمد کی شرح بلوغ الامانی سے نکال لی اور یہ کہہ دیا کہ سب  
سے پہلے میں وہ حدیث پیش کرتا ہوں جس سے میرے پرانے  
خیالات تبدیل ہو گئے۔

پھر حدیث لکھ کر یوں ترجمہ کیا۔ "یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ  
والسلام نے فرمایا جو شخص امام کو رکوع میں پائے پس چاہیے  
کہ وہ امام کے ساتھ رکوع کرے اور اس رکعت کو دوبارہ  
پڑھے۔

اس حدیث کو دیکھ کر اپنے سابقہ خیالات کو تبدیل کر لیا اس  
حدیث کا مستند کتب احادیث میں نام و نشان نہیں ہے کسی  
بے سند حدیث پر آنکھ بند کر کے گرے ہیں اور ابوبکرہ کی صحیح حدیث  
کو جس سے جہور محدثین نے استدلال کیا تھا اس کو ضعیف قرار  
دیدیا ہے۔

رئیس الحفاظ امام النائدین حافظ ابن حجر نے تلخیص الجیر  
۱۲ میں لکھا ہے۔ وَهَذَا هُوَ الْمَعْرُوفُ مُتَوَقَّفٌ وَأَمَّا الْمَرْفُوعُ فَلَا أَصْلَ لَهُ  
یہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے مرفوع کی کوئی اصل نہیں ہے۔



یعنی کسی مستند کتاب میں سند کے ساتھ یہ روایت نہیں پائی گئی۔

بہر حال ابوہریرہؓ کی موقوف حدیث کو مرفوع بنا رہے ہیں حالانکہ مرفوع ثابت نہیں ہے اگر ثابت ہوتی تو وہ علماء جو رکوع کی رکعت کے قائل نہیں ہیں۔ وہ اسے اپنے ثبوت میں پیش کرتے پھر مولانا عبد الوہاب صاحب محدث دہلویؒ اور مولانا عبد الجلیل صاحب محدث سامرودیؒ و دیگر علمائے حق جنہوں نے عرب و عجم کی کتب حدیث کا درق و درق چھان مارا ضرور اس حدیث کو تسلیم کر کے رکوع کی رکعت کو شمار نہ کرتے۔

یہ مولوی صاحب موصوف ان متجربین فی العلوم ہستیوں کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے ہاتھی اور شیر کے مقابلہ میں مچھر ہے چنانچہ علامۃ الدہر قاضی القضاہ حافظ ابن حجرؒ کو بھی کہہ دیا کہ ابن حجرؒ نے تہاہل فرمایا ابن حجرؒ کے فرمانے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ کس قدر حماقت عظمیٰ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کی کتابوں سے

حوالے دے کر اپنا ثبوت لارہے ہیں۔ فتح الباری لسان المیزان تہذیب التہذیب وغیرہ جو حافظ صاحب کی کتابیں ہیں اور وہ تمام علماء اسلام جو عرب و عجم میں ہیں ان کے نزدیک مسلم ہیں۔ اور مستند ہیں۔ علم رجال اور تنقید رجال میں ان کے اقوال سے

استناد کیا جاتا ہے۔ اگر حافظ ابن حجر کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو  
تمہارے حوالے جو ابن حجر کی کتابوں سے تھے باطل ہو گئے کہ ان کی  
نقل کا اعتبار نہ رہا۔

میں حیران ہوں کہ بغیر ثبوت کے حافظ صاحب کی بات کی  
تغلیط کر رہے ہیں۔ کیا پڑی کیا پڑی کا شور مچا۔ حافظ ابن حجر  
وہ علامۃ الدہر ہیں جنہوں نے فتح الباری جیسی شاندار کتاب  
لکھی۔ جو عرب و عجم میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ ایک ہی کتاب ان کے  
جامع العلوم اور متبصر فی الحدیث ہونے پر پختہ دلیل ہے۔

انہوں نے ہر فن میں ڈیڑھ سو کتابوں سے زائد لکھی ہیں جو سب  
مستند ہیں۔ اس لئے ان کو شیخ مشائخ الاسلام کہا گیا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ معصوم تھے کوئی غلطی  
ان کی ہو جانا ممکن نہیں۔ لیکن ان کی غلطی وہی علماء ظاہر کر سکتے  
ہیں جو ان کی طرح جامع العلوم اور ماہر فنون ہوں۔

اچھا سنو! حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرمایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی  
مرفوع حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اب جو ان مولوی صاحب نے  
اس بے اصل روایت کی رو سے اپنا عقیدہ رکوع کا بدلہ رکعت  
نہیں ہوتی۔ تو یہ خود بھی بے اہل قرار پائے ان کا اعتبار نہ کیا جاوے  
حافظ صاحب کی یہ صاحب یوں تردید کرتے ہیں کہ یہ روایت

ابن خزمیہ کی ہے۔ ابن خزمیہ میں اس کی سند ہوگی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ یہ حدیث ابن خزمیہ کی ہے۔ اگر یہ حدیث ابن خزمیہ میں معتبر اور مستند حوالے سے ثابت کر دیں تو ان کیلئے یک صد روپیہ انعام۔ ورنہ لَحَنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ اگر یہ حدیث صحیح ابن خزمیہ میں ہو تو پھر صحیح ہے۔ کیونکہ صحیح ابن خزمیہ، صحیح ابن حبان سے بھی فائق ہے۔

چنانچہ تدریب الراوی کے ص ۵۵ میں ہے کہ ”صحیح ابن خزمیہ کا مرتبہ صحیح ابن حبان سے زیادہ بلند ہے کیونکہ حدیث کی تشخیص میں بہت شدت کرتے ہیں۔ اگر کسی حدیث کی اسناد میں معمولی سا بھی کلام ہو تو اس کو قبول کرنے میں توقف کرتے ہیں۔

پھر اگر یہ حدیث ابن خزمیہ کی صحیح میں ہوتی تو حافظ صاحب بحر العلوم اسکو بے اصل نہ کہتے کیونکہ ابن خزمیہ میں ہونے سے اس کی اصل پائی گئی۔ باقی رہا مولوی صاحب موصوف کا یہ کہنا کہ ابن خزمیہ میں اسکی سند ہوگی۔ مسائل کی تحقیق میں ہوگی فقط ماضی شکیہ کا گورنمنٹ کے برابر ہے۔ اسکو اپنے گھر میں رکھو۔ مولوی صاحب موصوف نے جو الکل بچو سے تیر لگا چلایا اس کا رد عمل بھی علامہ ابن حجر نے کر دیا ہے چنانچہ تاجنص الجرح ص ۲۱ میں ہے کہ اس روایت بے اصل سے ابن خزمیہ نے استدلال کیا ہے یہ ابو عاصم عبادی نے حکایت کی ہے۔ پھر حافظ صاحب فرماتے ہیں۔



وَرَأَى صَحِيحَ ابْنِ خُزَيْمَةَ فَوَجَدْتُهُ أَخْرَجَ عَنْهُ  
أَبِي هُرَيْرَةَ مَنْ أَدْرَكَ رُكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا  
قَبْلَ أَنْ يُتِمَّ إِلَّا مَامَ صُلْبَهُ وَتَرْجَمَ لَهُ ذِكْرُ الْوَقْتِ الَّذِي  
يَكُونُ فِيهِ السَّامُومُ مُدْرِكًا لِلرُّكْعَةِ إِذَا رَكَعَ إِمَامُهُ قَبْلَ

یعنی میں نے یہ حکایت سن کر صحیح ابن خزیمہ کی طرف مراجعت  
کی تو وہاں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت یوں درج تھی کہ جس نے نماز کی ایک  
رکعت امام کی پیٹھ سے پہلے پالی اس نے نماز پالی۔  
اس حدیث پر یوں عنوان ہے کہ اُس وقت کا ذکر جس میں امام  
کے رکوع کرنے پر مقتدی رکعت پاسکتا ہے۔

هَذَا مُغَايِرٌ لِمَا نَقَلُوهُ عَنْهُ وَيُؤَيِّدُ ذَلِكَ أَنَّهُ تَرْجَمَ بَعْدَ ذَلِكَ  
بَابُ إِدْرَاكِ الْإِمَامِ سَاجِدًا وَالْأَقْرَبُ بِالْاِقْتِدَاءِ بِهِ السُّجُودَ وَإِنْ لَا يُعْتَدِيهِ  
إِذَا الْمُدْرِكُ لِلسَّجْدَةِ لَيْسَ يَكُونُ بِإِدْرَاكِ الرَّكْعَةِ قَبْلَهَا۔

یعنی ابن خزیمہ کا یہ کلام، اس کلام کے بالکل خلاف ہے جو  
علماء سے یہ نقل کرتے ہیں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی  
اور رکوع میں ملنے پر رکعت ہو جانے پر ان کا یہ مضمون ثابت کر رہا  
ہے کہ ابن خزیمہ نے اس کے بعد یوں دوسرا عنوان قائم کیا ہے کہ  
یہ باب ہے امام کو سجدے میں پانے اور سجدے میں اس کی اقتداء  
کرنے اور اس کو شمار میں نہ لینے کا۔ اس لئے کہ رکعت تو رکوع پانے  
سے ملا کرتی ہے۔ جب تک سجدے سے پہلے رکوع نہ ملے تو اس

سجڑے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

بعض علماء امام ابن خزیمہ کو ان علماء میں شمار کرتے ہیں جو رکوع کی رکعت شمار نہیں کرتے۔ انہی میں سے امام ابن حجر بھی تھے چنانچہ فتح الباری میں یہ لکھا ہے کہ ابن خزیمہ انہی میں سے ہیں لیکن جب حافظ ابن حجر نے تلخیص لکھی ہے تو اس امر کی دوبارہ تحقیق کی اور اصل کتاب صحیح ابن خزیمہ کی طرف رجوع کیا تو وہاں اپنی نقل کے خلاف پایا۔ اور دیگر ناقلین ابو عاصم عبادی کے بھی خلاف تھا تو اس غلطی کو ظاہر کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ امام ابن حجر نے صحیح ابن خزیمہ کو دیکھا وہاں اس روایت منقولہ مولوی صاحب موصوف کا نام و نشان بھی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے۔ اس حوالہ سے مولوی صاحب موصوف کی بات کٹ گئی کہ جس روایت کی بناء پر رجوع کیا تھا وہ بے اصل تھی ھَبَاءُ امشور ہو گئی۔ اور ان کا یہ کہنا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ سے مرفوع حدیث اور صحیح ثابت ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت دوبارہ پڑھنی ہوگی سفید جھوٹ ہے اور اب وہ اس وعید کے مستوجب ہو گئے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ مَنْ كَذَبَ عَلَىَّ مَتَعِبًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم

میں سمجھ لے — مولوی صاحب موصوف نے یہ جان کر کہ ایک ماہر فن نے اس روایت کو بے اصل کہا ہے اور فتح الربانی شرح مسند احمد سے یہ روایت نقل کی ہے وہاں بھی اس کو بے اصل لکھا ہے تو پھر بھی اس مجموعی روایت کو عمداً نقل کیا۔ اور یہ لکھ دیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا پس چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ رکوع کرے اور رکعت دوبارہ پڑھے کیسی صاف حدیث ہے۔ فرمان نبویؐ چمک رہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت بے سند ہے۔ اس کا کسی کتاب میں وجود نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق عمیق اینٹ نے یہ آفتاب کی طرح روشن کر دیا کہ یہ روایت ابن خزیمہ میں نہیں ہے بلکہ دیگر الفاظ سے ہے۔ جو اعتدال رکعت پر دال ہیں جس سے مولوی صاحب کا مجموعہ ثابت ہوا یہ شخص کبھی کہتا ہے کہ تنگے سر نماز جائز نہیں۔ کبھی یہ مشہور کرتا ہے کہ گھوڑا حرام ہے۔ کبھی اشتہار دیتا ہے کہ قربانی کرنا صرف ایک دن مسنون ہے۔ باقی دنوں میں جائز نہیں۔

کبھی یہ لکھتا ہے کہ درس گاہوں سے جو علماء تعلیم و تدریس کی تنخواہیں کھا رہے ہیں یہ حرام کھا رہے ہیں کبھی یہ کہتا ہے کہ حج بدلہ کرنے کرانے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کبھی یہ بیان کرتا ہے کہ ایصالِ ثواب کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اور میت کی طرف سے قربانی



# مُدْرک رکوع

از:- مولانا محمد داؤد صاحب راز

سوال :- کیا مدرک رکوع مدرک رکعت ہے ؟

جواب :- ہاں مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ قبل ازیں کہ میں اپنے مدعا کو بدلائل واضعہ ثابت کروں ایک امر ضروری کا اظہار لازم سمجھتا ہوں وہ یہ کہ جو اصحاب ہم سے اس امر میں مختلف رائے ہیں اور اس بارے میں ہم کو خطا پر سمجھتے ہیں ان کی خدمت میں یاد دہانی ملتمس ہوں کہ میرے اس جواب کو اوّل سے آخر تک بنظر انصاف غور و فکر سے دیکھیں اور بعد میں اگر مجھ کو خطا پر پائیں تو مجھ کو اس آگاہ کریں۔ اور میرے مانند با دلائل رکوع ملنے کی صورت میں رکعت نہ ہونے کا ثبوت دیں۔ اور اگر کوئی حدیث اس کے خلاف بالفاظ صریحہ نہ پائیں تو برائے مہربانی اس مسئلہ کو مان لیں۔ اور عمل کرائیں۔

وبالله التوفیق وهو خیر الرفیق و بیدہ ازمتہ التحقیق۔

آپ اصحاب اس امر سے تو بخوبی واقف ہیں کہ سورہ ناثہ ہر ایک مقتدری و منفرد و امام پر واجب ہے اور اس کے ترک سے بالکل نماز نہیں ہوتی چنانچہ اس امر کے دلائل بھی بہت قوی اور کثرت

سے ہیں۔ لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ سے بھی سورہ فاتحہ کی فرضیت ظاہر ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ لیکن آگے چل کر دو فرقے ہو گئے ہیں کہ جس وقت امام قیام سے فراغت پا کر رکوع میں چلا گیا ہو اس وقت بھی رکعت شمار کی جائے گی یا نہیں۔

فرق اول نے قیام فاتحہ کو ایسا مضبوط پکڑا ہے کہ وہ ہر حالت میں ان کی فرضیت کے قائل ہوتے ہوئے مدرک رکوع کی رکعت کو شمار نہیں کرتے بلکہ جو احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کو ضعیف اور کمزور کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ لیکن میں اس بات کا قائل نہیں اور میرا ایمان تو یہ تقاضا نہیں کرتا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو متضاد قرار دیکر دوسرے کو سرے سے اڑا ہی دوں چنانچہ جو احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ انْتَحَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَوَّ رَأَيْتُ فَرَكَعَ نَبَلٍ أَنْ تَبْصَلَ إِلَى الصَّفِّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللَّهُ جِرْصًا وَلَا تَعْمُدْ رِوَاةُ الْبُخَارِيِّ.

یعنی ابو بکرہ رضی اللہ عنہ ایک دن دوڑ کر رکوع کرتے ہوئے صف میں جا ملے بعد سلام آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو زیادہ

کرے اور مت لوٹا تو (یعنی نماز کو)

اول :- امر قابلِ غور ہے کہ اگر صحابہ کرام مدرک رکوع کو مدرک رکعت نہ جانتے تو پھر دوڑنے کی کیا ضرورت تھی جس سے صریحاً معلوم ہو رہا ہے کہ وہ رکعت کے صحیح ہونے کے قائل تھے چنانچہ اس امر پر یہ بات اور بھی کافی دلیل ہے کہ ابوبکرہ بعد سلام اس رکعت کے اعادہ کو نہیں کھڑے ہوئے پھر حالتِ جلہ یا قومہ یا سجدہ میں کبھی کسی صحابی کا اس طرح کوشش سے داخل ہونا ثابت نہیں کہ جس طرح حالت رکوع میں دوڑ کر داخل ہونا ثابت ہے بعد ازاں آپ کا فرمان وَلَا تَعِدُّ بضم التاء اس امر کی خوب اچھی طرح واضح کر رہا ہے کہ آپ نے ابوبکرہ کو رکعت کے اعادہ کا امر نہیں فرمایا۔ چنانچہ علامہ حافظ محمدا سماعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں۔

وَلَا تَعِدُّ بِقِيَمِ الْمُتَنَاءِ الْفُرْقِيَّةِ مِنَ الْإِعَادَةِ أَيْ زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا عَلَى طَلَبِ الْخَيْرِ وَلَا تَعِدُّ صَلَوَتَكَ فَإِنَّهَا صَحِيحَةٌ۔

یعنی لَا تَعِدُّ اعادہ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔ آگے آپ فرماتے ہیں قریب بات یہ ہے کہ لَا تَعِدُّ بفتح التاء عود سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پھر دوڑ کر مت آؤ۔ پھر فرماتے ہیں۔ فَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْكَلَامِ مَا يَشْعُرُ بِفَسَادِ صَلَوَتِهِ۔ یعنی اس حدیث سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ اس کی



رکعت نہیں ہوئی تھی بلکہ آپؐ کے فرمانِ زَادَكَ اللَّهُ حِرْمًا وَلَا تَعِدُ سے یہ بات صاف معلوم ہوئی کہ اس کی رکعت ہو گئی تھی۔ سبیل السلام صفحہ ۱۵۱۔ علامہ موصوف کی اس تقریر سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے چنانچہ آپؐ کا مذہب بھی یہی ہے بلکہ اس مسئلہ کے متعلق آپؐ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس بات کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

دوسری حدیث (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اجْتَمَعْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُّودٌ فَاسْجُدُوا وَلَا تَعْدُوا شَيْئًا مَنْ أَدْرَكَ الرُّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّرَقُطَنِيُّ وَالتَّبِیْهِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَابْنُ خُرَيْمَةَ فِي تَحْفِیْهِ).

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت سجدہ کی حالت میں آکر ملو تو اس وقت اس رکعت کو شمار نہ کرو اور جب کوئی رکوع میں آکر ملے اس نے نماز پائی۔ لفظ رکعت اکثر رکوع پر بولا جاتا ہے کما لا یخفی علی الماہرین یا لکتاب والسنة۔ اگرچہ اس حدیث کو بوجہ راویوں کے منکر ہونے کے ضعیف کہا گیا ہے جسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن امام ابو داؤد کا ان ہی راویوں سے اس حدیث کو اپنی کتاب میں لانا اور پھر اس پر آپؐ کا سکوت (بِقَوْلِ السَّكُوتِ مِنَ الرِّضَاءِ) اس امر

کی کافی دلیل ہے کہ یہ حدیث قابلِ حجت ہے اور متروک العمل نہیں  
بعد ازاں اس حدیث پر غیروں کا جرح کرنا بقول مدعی سست گواہ  
چُست بالکل فضول اور بے کاری ہے۔

علامہ شارح ابو داؤد فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف میں سے  
جمہور کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ مدرک  
رکوع مدرک رکعت ہے۔ علیؓ ابن مسعودؓ و زیدؓ و ابن عمرؓ  
معاذؓ و ابوالامامہؓ و سہل بن حنیفؓ اور ابوبکر صدیقؓ یہ سب صحابہ  
رکوع کی رکعت کو صحیح مانتے تھے۔ مالک و شافعی و ابو حنیفہ و ثوری  
و اوزاعی و ابو ثور و احمد و اسحاق یہ اس بات کے قائل ہیں۔  
باوجودیکہ مالک اور شافعی کے نزدیک مقتدی و منفرد و امام سب  
پر سورہ فاتحہ یکاں فرض ہے۔

(تیسری حدیث) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص میں فرماتے  
ہیں کہ میں نے صحیح ابن خزمیہ کا مطالعہ کیا اس میں اس حدیث کو  
بھی پایا جس کو امام ابن خزمیہ نے اس باب کے تحت میں درج کیا  
ہے۔ بَابُ ذِكْرِ الْوَقْتِ الَّذِي يَكُونُ فِيهِ الْمَأْمُومُ مُدْرِكًا لِلرَّكْعَةِ إِذَا  
رَأَاهُ قَبْلَ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ  
رَكْعَةً مَعَ الْإِمَامِ قَبْلَ أَنْ يُقِيمَ صَلَاتَهُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا



جو کوئی امام کے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں آئے اس کی رکعت ہو گئی۔

ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کے بہت سے طرق ذکر کے صحیح کہا ہے۔ حضرت امام شوکانیؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جان تو کہ جس وقت کوئی آدمی آدے اور وہ امام کو جس حالت میں پاوے اُسی حالت میں امام کے ساتھ مل جاوے کیونکہ آپؐ نے فرمایا ہے :- اِشْمَا جُعِلَ الْاِقَامُ لِيُؤْتَتْ بِهٖ . پس اگر کوئی آدمی امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور وہ سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کر دے تو وہ اس حدیث کا خلاف کر رہا ہے کیونکہ اس میں تو امام کی متابعت لازمی قرار دی گئی ہے پس اگر کوئی آدمی رکوع میں آ کر ملے تو اس کی رکعت ہو جاوے گی کیونکہ یہ بات حدیث سے ثابت ہو چکی ہے کہ جو رکوع میں امام کے سر اٹھانے سے پہلے آئے گا اس کی رکعت ہو جاوے گی پھر فرماتے ہیں ۔ فَعَرَفْتُ مِنْهَا اَنَّ مِثْلَ هٰذَا الْحَالِ لَا يُخَصَّصُ مِنْ عَدَمِ اِجَابَةِ قِرَاةِ الْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ . یعنی وجوب قراۃ فاتحہ کے عموم سے یہ بات مخصوص ہے کہ اگر رکوع میں ملے گا تو سورۃ فاتحہ کی فرضیت اٹھ جائے گی ۔ پھر فرماتے ہیں وَلَئِنَّ السَّرَادَ اِدْرَاكَ الْكَائِلِ . اس سے مراد ادراک کامل ہے یعنی اس نے پوری رکعت پائی ہے اس میں کچھ کمی نہیں ہے۔



آگے پھر وضاحت کرتے ہیں۔ فَإِنَّ ظَاهِرَهُ بَلْ تَرِيحُهُ أَنَّ  
 الْمَوْتَمَّ إِذَا وَصَلَ وَالْإِمَامَ رَاكِعًا وَكَبَّرَ وَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَقِيمَ مُلْبَكَةً فَقَضَا  
 مُدْرِكًا لَتِلْكَ الرُّكْعَةِ وَإِنْ لَمْ يَقْرَأْ حُرْفًا مِنْ حُرُوفِ الْفَاتِحَةِ  
 یعنی حدیث مذکورہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مدرک رکوع  
 مدرک رکعت ہے۔ اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی نہ  
 پڑھا ہو (نور العین دعویٰ المعبود)

(چوتھی حدیث) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَنْ أَدْرَكَ الرُّكُوعَ مِنَ الرُّكْعَةِ  
 الْآخِرَةِ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَلْيُصِفْ إِلَيْهِ أُخْرَى - رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس آدمی نے جمعہ کے  
 دن دوسری رکعت کا رکوع پایا وہ ایک رکعت اور پڑھ لے۔

اگرچہ اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے جو ہمیں بھی معلوم ہے  
 مگر ہم اس کو احتجاجاً پیش نہیں کرتے بلکہ استشہاداً پیش کر رہے  
 ہیں۔ ہمارے مخالفین کے پاس تو سوائے اجتہاد کے بالفاظ صریحہ

کچھ بھی پونجی نہیں۔ مولانا حمید اللہ صاحب مصنف احادیث التفاسیر  
 نے اس حدیث کو قابلِ حجت مانا ہے۔ دیکھو خطبات التوحید

(پانچویں حدیث) أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ مِنْ طَرِيقِ سَفِيَّانَ  
 عَنْ مَسْوُودٍ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ أَنَا وَابْنُ مَسْعُودٍ فَأَدْرَكْنَا  
 الْإِمَامَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَارْكَعْنَا مَعَهُ اسْتَوَيْنَا بِالْصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى الْإِمَامُ  
 الصَّلَاةَ قُمْتُ لِأَقْضِي فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَدْ أَدْرَكْتَ الصَّلَاةَ.

زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور عبد اللہ بن مسعودؓ مسجد میں نماز کو گئے۔ امام رکوع کی حالت میں تھا۔ ہم بھی رکوع میں شامل ہو گئے۔ بعد سلام میں اس رکعت کو پڑھنے کے واسطے کھڑا ہوا تو عبد اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بیٹھا دیا اور فرمایا تیری رکعت ہو گئی۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام مدرک رکوع کو مدرک رکعت جانتے تھے۔

(چھٹی حدیث) امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفت میں یہ باب منعقد کیا ہے۔ بَابُ إِذَا أَدْرَكَ الْإِمَامُ الْحَالَ بَابُ هِيَ أَسْ وَت جَب پاوے امام کہ رکوع کی حالت میں۔ آگے فرماتے ہیں۔ قَالَ الشَّافِعِيُّ بِإِسْنَادِهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْإِمَامُ رَاكِعٌ فَرَكِعَ ثُمَّ دَبَّ رَاكِعًا عَبْدَ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَسْجِدٍ فِيهِ دَاخِلٌ هُوَ أَوْ إِمَامٌ رُكُوعٌ فِيهِ تَحَالِسُ أَيْ نَافِعٌ رُكُوعٌ كِیَا اُور اِس رُكُوع كُوشْمَار كِیَا كِهَامَسْرَفِي حَدِيثٍ آخَرَ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَهَذَا الْقَوْلُ وَقَدْ فَعَلَ هَذَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ۔ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہی زید بن ثابت نے کیا۔ پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے

لَوْ رَحِمَهُ الْمَهْدَاتِ مِیْن ہے اَخَذَ بِيَدِي عَبْدِ اللَّهِ فَأَجْلَسَنِي الْحَالِ يَعْنِي عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَافِعٌ رُكُوعٌ كِیَا اُور اِس رُكُوع كُوشْمَار كِیَا اَخَذَ بِيَدِي



ساتھ عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت و ابی امامہ سہیل بن  
حنیفہ و ابوبکر صدیق و عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت  
کیا ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔

(ساتویں حدیث) أَخْرَجَ فَاِلَيْكَ فِي الْمَوْطَأِ اِنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ  
ابْنَ عُمَرَ وَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَا يَقُولَانِ مَنْ اَذْرَكَ الرَّكْعَةَ  
فَقَدْ اَذْرَكَ السَّجْدَةَ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبداللہ بن عمر اور زید بن  
ثابت رضی اللہ عنہما مدرک رکوع کو مدرک رکعت جانتے تھے۔  
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا یہی مذہب  
ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔

المعروض انکہ احادیث نبویہ و اقوال صحابہ و اسلاف امت  
سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت  
ہے لیکن جو لوگ اس کے قائل نہیں ہیں ان کی سب سے بڑی  
دلیل یہی ہے کہ سورہ فاتحہ اور قیام فرض ہے اور رکوع کی حالت  
میں یہ دونوں فرض ترک ہو گئے لہذا رکعت نہ ہوئی۔

اس کا جواب دہی ہے جو علامہ شوکانی دے چکے ہیں کہ یہ  
وجوب تراویح فاتحہ کے عموم سے مخصوص ہے یعنی قرآن فاتحہ اور  
قیام اس وقت تک فرض ہے جب تک امام رکوع میں نہ گیا ہو اور



جس وقت امام رکوع میں چلا گیا اُس وقت یہ دونوں چیزیں فرض نہیں۔ جیسے کہ ظہر کی چار رکعت اُس وقت تک فرض ہیں جب تک آدمی حَضَر میں ہو اور اگر سفر میں ہو تو دو رکعتوں کی فرضیت اٹھ گئی۔ اب میں اپنے مضمون کو خوف طوالت علامہ شوکانی ہی کے

قول پر ختم کرتا ہوں آپ آخر میں فرماتے ہیں۔ ذِنِیْ هَذَا الْمِفْدَارُ الَّذِیْ ذَكَرْنَا لِفَایَةِ فَاسْتَدْرِیْذِکَ وَدَعْ عَنْکَ مَا قَدْ رَفَعَ فِیْ هَذَا الْمُبْحَثِ مِنَ الْخَبْطِ وَالْخَلْطِ وَالشَّرْدِ وَالْتَشْکِکِ وَالْوَسْوَسَةِ

یعنی اس مسئلہ میں جو کچھ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں پس یہی نمجود کو کافی وافی ہے اس کو مضبوط پکڑ لے اور جو بھی اس بحث میں خبط اور خلط اور شک و شبہ واقع ہو ان سب کو چھوڑ دے نوٹ :- یہ مضمون نہ کسی کی تردید میں ہے نہ کسی کی

دل آزاری مقصود ہے فقط احقاقِ حق منظور ہے لہذا اگر کوئی صاحب اس کی تردید کرنا چاہیں تو پہلے وہ چند امور کا ضرور لحاظ رکھیں۔ اول یہ کہ ہم کو نمبر وار ایک دو حدیث ہی ایسی بتائیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف یہ الفاظ موجود ہوں کہ مدرک رکوع مدرک رکعت نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ

فرضیتِ فاتحہ و قیام سے اس مسئلہ کی تردید نہ کریں کیونکہ علامہ شوکانی پہلے ہی اس کا جواب دے چکے ہیں ہاں اگر جواب میں کچھ غلطی ہو تو اس سے ہم کو متنبہ کر سکتے ہیں۔ فقط

# رکوع میں شامل ہونے سے رکعت ہو جاتی ہے

جناب مولانا عبداللہ صاحب (لنن) ڈیرہ غازی خاں

ناظرین کرام! السلام علیکم  
آج کل رکوع کی رکعت کا مسئلہ درپیش ہے۔ مدرک رکوع  
کی عدم رکعت کے قائل مولانا صاحب نے اس مسئلہ پر روشنی  
ڈالی ہے لیکن مجھے تعجب یہ ہے کہ آپ نے "وَالْأَصْلُ لَوْ لَا لَمْ  
تَمَّ يَشْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" کو فی حدیث پیش نہیں کی جس  
میں صاف فیصلہ موجود ہو کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں  
ہوتی۔

مولانا صاحب کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ فریق مخالف  
کی دلیل کو جب توڑا جاتا ہے یعنی اس پر جرح قطع کا حق حاصل  
ہوتا ہے۔ جب کہ اپنا دعویٰ صحیح طور پر ثابت کر دے۔ آپ کا فرض  
تھا کہ نص صریح ایسی حدیث پیش کرنی چاہیے مگر جس میں  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف فیصلہ موجود ہو کہ جو شخص رکوع کی رکعت

میں آن کر شامل ہو وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے۔

بجائے اس کے آپ نے فریق مخالف کے دلائل پر جرح شروع کر دی۔ جس مسئلہ میں اختلاف ہو اس مسئلہ کے متعلق خاص طور سے دلیل ہونی چاہیے۔ اب جیسے احناف سے ناسخ خلف الامام کے متعلق بحث ہوتی ہے تو وہ حضرات **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ**۔ یا **وَإِذَا قُرِئَ فَانصِتُوا** پیش کرتے ہیں جو کہ بے موقعہ دلیل ہے ہم ان سے یہی دریافت کرتے ہیں کہ کوئی خاص دلیل پیش کرو کہ امام کے صحیحہ الحمد نہ پڑھو۔ قرات عام ہے قرات میں کوئی تنازع نہیں ہے۔ بلکہ ناسخ خلف الامام میں تنازع ہے۔

اسی طرح میرے بزرگوار ہمارا اور آپ کا تنازع ناسخ خلف الامام میں نہیں ہے بلکہ رکوع کی رکعت کے متعلق ہے۔ آپ ناسخ کی دلیل پیش کرتے ہیں رکوع کی رکعت نہ ہونے کی دلیل پیش کرو۔

جب کہ آپ کے پاس نص صریح اس مسئلہ میں کوئی نہیں ہے تو پھر آپ کو رکوع کی رکعت تسلیم کر لینی چاہیے اور ابو داؤد کی حدیث **إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْلُظْ صُجُودَكُمْ وَلَا تَعْدُوهَا وَمَنْ أَذْرَأَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَذْرَأَ الصَّلَاةَ**۔

یعنی جب تم آؤ..... طرف نماز کے اور ہم سجدہ کی حالت



میں ہوں پس تم سجدہ میں شامل ہو جاؤ لیکن اس سجدہ کو شمار نہ کرنا۔

اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ شارعؒ نے سجدہ کے متعلق فیصلہ فرمادیا۔ کہ اس کو شمار نہ کرو۔ رکوع کے متعلق بزم جناب شریعت نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کہ اس کو شمار کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ آپ اگلے جملے یعنی مَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ کو رکوع تسلیم نہیں کرتے بلکہ اصلی معنی پر رکعت ہو۔ حالانکہ صاف بات ہے۔ سجدہ کے مقابلہ میں رکوع جب کہ آپ رکعت کے معنی رکوع تسلیم نہیں کرتے تو آپ کہ بتلانا پڑے گا کہ فلاں حدیث میں فیصلہ ہے رکوع کے متعلق۔

اور حضرت ابوبکرؓ کے متعلق آپ نے فرمایا ہے۔ کہ حضورؐ نے اس کو بعد میں فرمایا وَاقْبِصْ نَاسَبَكَ کیونکہ مولانا صاحب حضرت ابوبکرؓ کے ہر رکعت میں آن کر شامل ہوئے تھے۔

یہ صبح کی نماز کا واقعہ ہے۔ کہیں صاف طور پر یہ موجود ہے کہ وہ پہلی رکعت کے رکوع میں آن کر شامل ہوئے تھے جب تو آپ کی بات صحیح ہے۔ کیونکہ اس نے وہ رکعت شمار کی ہے اور حضورؐ نے فرمایا وَاقْبِصْ نَاسَبَكَ اور اگر وہ دوسری رکعت میں شامل ہوئے تھے تو آپ کی بات نہیں بنتی۔ کیونکہ وہ دونوں کے

مزدیک مسلم ہے کہ رکعت جو گئی تھی اس کے متعلق فرمایا۔ **وَأَقْبَضَ مَا سَبَقَكَ**۔ اور کیوں جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو بکرؓ سے دریافت کیا کہ ایسی حرکت کیوں کی؟ تو جواب دیا کہا۔ **رَأَيْتُ خَشِيتُ أَنْ يَفُوتَنِي الرُّكُوعُ**۔ میں نے رکوع کے فوت ہونے کی وجہ سے یہ فعل کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا** اللہ تیری حرص کو بڑھائے لیکن آئندہ دوڑ کر نہ آنا۔

جب کہ اس کی رکعت نہیں ہوئی تھی تو حضورؐ کیوں فرماتے **زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا**۔ اور حرص کیا تھی کہ رکوع فوت نہ ہو جائے ورنہ حضورؐ تو **زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا** کے بجائے فرماتے۔ تیری رکعت نہیں ہوئی اور آئندہ رکوع لینے کی حرص نہ کر لے۔

بلکہ بجائے روکنے کے دعا فرما رہے ہیں جو کہ زبردست دلیل ہے رکوع کی رکعت کی۔

اس کے بعد مولانا نے دارقطنی اور ابن خزمہ والی روایتوں کو

ضعیف قرار دیا ہے۔

مولانا! ضعیف حدیث جب قابل عمل نہیں ہوتی جب کہ اس کے مقابلے میں صحیح حدیث ہو۔ کون سی کتاب میں صحیح حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہو کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔ اگر ان الفاظ کی حدیث موجود ہو تو پھر واقعی آپ ان حدیثوں

پر جرح قطع کر کے سبکدوش ہو سکتے ہیں جب کہ کوئی حدیث ایسی نہیں ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔ صاف نص صریح حدیث نہیں ہے تو آپ کو ان ضعیف احادیث پر عمل کرنا پڑے گا۔

مولانا ضعیف اور موضوع میں کیا فرق ہے اگر ضعیف اور موضوع کا ایک ہی مقصد ہے یعنی ایک ہی درجہ میں ہیں تو پھر آپ کی بات صحیح ہے کہ یہ حدیث قابلِ عمل نہیں ہیں۔ اور اگر ضعیف و موضوع میں فرق ہے تو یقیناً ضعیف حدیث قابلِ عمل ہے۔

موضوع کے معنی بناوٹی حدیث اگر ضعیف کا مطلب کبھی یہی ہے کہ بناوٹی حدیث ہے تو بے شک ضعیف حدیث قابلِ عمل نہیں ہے۔ ورنہ قابلِ عمل ہے اگر آپ نے اس کی طرف توجہ کی تو انشاء اللہ تعالیٰ ایسے حوالے پیش کر دیں گا کہ جن حدیثوں کو امام بخاری نے ضعیف اور منکر کہا ہے اور پھر ان حدیثوں پر آپ کا عمل ہے۔ جناب مولانا صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ یہ ہے ساری عمر کی نماز کا حال ساری نمازیں برباد گئیں۔

کیوں جناب! صحابہ کرام جو رکوع کی رکعت کو شمار کرتے تھے تو ان کے متعلق بھی جناب کا یہی فتویٰ ہو گا؟ تو ان کی نمازیں بھی ضائع گئیں۔

اب مولانا کی خدمت میں مودبانہ عرض ہے کہ مہربانی فرما کر



ایسی مرفوع حدیث صحیح پیش کریں جس میں حضورؐ نے فرمایا ہو کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی۔ فاتحہ خلف الامام کی حدیثیں نہ پیش کریں۔ کیونکہ آپ کا اور ہمارا اختلاف فاتحہ خلف الامام میں نہیں ہے۔ بلکہ رکوع کی رکعت نہ ہونے میں اختلاف ہے۔ رکوع کے نہ ہونے کے متعلق کوئی نص صریح حدیث پیش کرو۔ ہاں میں آپ کے سامنے بیہقی جلد ۲ ص ۹۵ کی حدیث پیش کرتا ہوں۔

بغور سنئے۔ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جِئْتُمْ وَالْإِمَامُ رَاكِعٌ فَأَرْكَعُوا وَلَئِنْ كَانَتْ سَاجِدًا فَاسْجُدُوا وَلَا تَعْتَرُوا بِالسُّجُودِ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الرُّكُوعُ۔

یعنی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آؤ تم اور امام رکوع میں ہو پس رکوع کرو تم۔ اور اگر سجدہ میں ہو امام پس سجدہ کرو تم۔ اور سجدہ کو شمار مت کرو جب کہ اس کے ساتھ رکوع نہیں ہو۔

دیکھا کیسی صاف دلیل ہے۔ آپ بھی مہربانی کر کے ایسی ہی صاف دلیل پیش کر دیں۔ چلیے آپ بھی مرفوع حدیث چاہے ضعیف ہی ہو پیش کر دیجئے جس کا مطلب یہ ہو کہ رکوع کی رکعت کو مت شمار کرو۔

فقط والسلام

# کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات

سائل مولانا سیف الدین حیدر آبادی

س۔ (۱) رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے؟ (۲) قیام اور قرأت سورہ فاتحہ فرض اور واجب یا نہیں؟ (۳) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ کان یقول لا یرکعت احدکم حتی یقرأ بالفاتحۃ الکتاب وقال کانت عائشۃ تقول ذالک یعنی کوئی شخص رکوع نہ کرے تا وقتیکہ سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ حضرت عائشہ بھی یہی فرماتی ہیں (جزر القرات للامام البخاری) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں جب تک تو امام کو رکوع سے پہلے کھڑا ہوا نہیں پاؤ گا تیری رکعت نہیں ہوگی (۴) نیز عون العبود ج ۲ پر ایک روایت یوں ہے۔ حضور علیہ السلام فرمایا جو شخص امام کو جالت رکوع میں پائے وہ رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے اور رکعت کو لوٹالے۔ پس ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی لیکن بعض اجاہل کہتے ہیں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے تو ان روایات کا کیا مقصد ہوگا؟

جواب اے۔ (۱) رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد ہے۔ اِذَا جِئْتُمْ وَالْإِمَامَ رَاكِعًا فَارْكَعُوا وَإِنْ كَانَ سَاجِدًا فَاسْجُدُوا وَلَا تَعْتَدُوا بِالسُّجُودِ إِذَ النَّمْ يَكُنْ مَعَهُ الرُّكُوعُ۔ یعنی تم مقدمی مسجد میں اس وقت پہنچے کہ امام رکوع میں تھا تو تم رکوع میں مل جاؤ اور اگر امام سجدہ میں تھا تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور سجدہ کو رکعت میں شمار نہ کرو جب تک اس کے ساتھ رکوع نہ ملا ہو (سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۹) پس اس حدیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سجدہ میں ملنے سے رکعت شمار نہیں ہوگی



اور رکوع میں مل جانے سے رکعت شمار ہوگی — (۲) قیام اور قرأت فاتحۃ الكتاب  
 اپنے محل پر فرض ہے، حالت رکوع اس مسئلے سے یعنی رکوع میں ملنے سے قیام اور قرأت  
 فاتحہ ساقط ہوگی اور رکوع سے پہلے جماعت میں ملنے پر فرض اور واجب کی چنانچہ نماز  
 ظہر اپنے محل یعنی حضریں چار رکعتیں فرض ہیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض ہیں سفر میں  
 دو رکعتیں ساقط ہو گئیں پس سفر میں دو رکعتوں کے ساقط ہونے پر حضریں دو رکعات کا سقوط  
 اور نفی لازم نہیں آئیگی۔ (۳) حضرت ابو سعید خدریؓ اور ابی عائشہؓ کے قول کا مقصد یہ  
 ہے کہ جو شخص امام کو حالت قیام میں پائے وہ چپ چاپ نہ کھڑا رہے بلکہ رکوع میں جائے  
 سے پہلے سورہ فاتحہ ضرور پڑھ لے۔ اور یہ مفہوم لینا کہ امام رکوع میں ہو اور مقتدی  
 بغیر سورہ فاتحہ پڑھے رکوع نہ کرے بلکہ سورت فاتحہ پڑھتا رہے تو یہ حضور علیہ السلام  
 کے اس فرمان کے خلاف ہوگا جس میں آپؐ فرمایا ہے کہ امام کو جس حالت میں پاؤں ملجاؤ۔  
 حضرت ابو ہریرہؓ کا قول بھی اس شخص کے حق میں جو مسجد میں موجود ہے لیکن امام کے حالت قیام  
 میں بات چیت کرتا رہتا یا اور کسی شغل میں مصروف رہ کر دیدہ و دانستہ قیام اور قرأت  
 سورہ فاتحہ کو ضائع کرتا ہے جب دیکھتا ہے کہ امام رکوع میں چلا گیا ہے تو وہ بھی دو رکعہ  
 رکوع میں شامل ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص مسجد میں اس وقت آتا ہے کہ امام رکوع میں ہے اور وہ  
 امام سر اٹھائے پہلے رکوع میں شامل ہو جاتا ہے تو اس کی یہ رکعت ہو جائیگی چنانچہ یہی حضرت  
 ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ **مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَتًا مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا قَبْلَ أَنْ يَتِمَّ إِلَّا مَا صَلَّاهُ**  
**(عن المعبور ج ۳ ص ۳۳)** یعنی جو شخص امام کی پچھٹاٹھانے سے پہلے رکوع میں شامل ہو جائے گا اس کی  
 وہ رکعت ہو جائیگی۔ آپؐ جو مرفوع روایت نقل کی اس کے متعلق عن المعبور میں لکھا ہے کہ  
 اس کی کوئی اصل نہیں یعنی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ فقط کرم الجلیل عفی عنہ